PARAS
ESTD 1926
VOL. 8
2
NO 14

Naseem in "Ujala"

Mumtaz and Prakash in "Ek Raat"

Nu[illegible]han in "Khandaan

تنہائی

(خاص پارس کے لئے)

از
(مسٹر جگن ناتھ آزاد بی اے خلف الرشید منشی تلوک چند صاحب محروم)

بے مزہ ہے چاند تاروں کا سماں تیرے بغیر
باعثِ افسردگی ہے کہکشاں تیرے بغیر
محفلِ ویراں ہے بزمِ آسماں تیرے بغیر
آج پھر تنہا ہوں میں او جانِ جاں تیرے بغیر

اب وہ میخانے نہاں کالی گھٹاؤں میں کہاں؟
جاں کشائی صبح کی تازہ ہواؤں میں کہاں؟
دلربائی اب عنادل کی نواؤں میں کہاں؟
آج پھر تنہا ہوں میں او جانِ جاں تیرے بغیر

چاندنی ہے باعثِ آزارِ جاں تیرے بغیر
پیکرِ گرد و غبار ابرِ رواں تیرے بغیر
یہ سماں ہے دل پہ اک بارِ گراں تیرے بغیر
آج پھر تنہا ہوں میں او جانِ جاں تیرے بغیر

آج پھر بے کیف ہے گلزار میں بادِ نسیم
آج پھر وحشت فزا ہے غنچہ و گل کی شمیم
آج پھر بادِ صبا ہے روکشِ نارِ جحیم
آج پھر تنہا ہوں میں او جانِ جاں تیرے بغیر

خاک کا تودہ بنا ہے گلستاں تیرے بغیر
عنبر افشاں اب نہیں بادِ وزاں تیرے بغیر
پیکرِ بے جاں ہے سروِ دلستاں تیرے بغیر
آج پھر تنہا ہوں میں او جانِ جاں تیرے بغیر

آج پھر میرے تخیل میں پریشانی سی ہے
آج پھر دنیائے دل میں ایک ویرانی سی ہے
آج پھر جذبات میں آشفتہ سامانی سی ہے
آج پھر تنہا ہوں میں او جانِ جاں تیرے بغیر

کھو چکی ہے دلکشی سبزِ چمن میرے لئے
پیکرِ گل ہیں گلاب و یاسمن میرے لئے
اب کہاں ان میں وہ پہلا بانکپن میرے لئے
آج پھر تنہا ہوں میں او جانِ جاں تیرے بغیر

آ کہ ہیں تیری تمنا میں دل و جاں بے قرار
آ کہ میرے دیدہ و دل ہیں سراپا انتظار
آ کہ میرا دامنِ صبر و سکوں ہے تار تار
آج پھر تنہا ہوں میں او جانِ جاں تیرے بغیر

THE NEW THEATRES LIMITED CALCUTTA

رگھو کل ریت چلی آئی - پران جائیں پر پرن نہ جائی

اپنے الفاظ کو پورا کرنے کے لئے اپنے عہد پر مخالف موجوں کے درمیان وہ پہاڑ کی چٹان کی طرح کھڑا رہا

دو بھائیوں کی دلدوز کہانی جس میں آپ فطرتی محبت کی کرشمہ سازیاں ملاحظہ فرمائیں گے

سوگندھ

کہانی — بنے چیٹرجی

ڈائریکٹر — ہیم چندر

ڈاکٹر کی شہرت یافتہ حسینہ بھارتی ایک بار پھر

نیو تھیٹرز کے روح پرور ڈرامہ میں

بھارتی — اشت برن — پہاڑی — چندراوتی اور نیمو

نشاط لاہور میں آئندہ پروگرام

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز دہلی - لاہور - کراچی

ایک رنگین کہانی

بمبئی کا موالی

از قلم
مسٹر فلینڈرس
پبلسٹی منیجر نیشنل آرٹسٹس بمبئی

جس ریل گاڑی میں صرف چھ سو آدمی سما سکتے تھے۔ سیں دو ہزار مسافر گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ قدرتی طور پر دھکم دھکا ہو رہا تھا وریسی نوجوان لڑکی کے لئے اس بھیڑ میں سے ہو کر گاڑی پر سوار ہو جانا قریباً قریباً ناممکن نظر آرہا تھا لیکن اُشا ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی جو محض بھیڑ دیکھ کر گھبرا جاتی۔ اس نے اپنا بٹوہ ایک ہاتھ میں پکڑا اور اخبار دوسرے میں اور ایک کھلاڑی کی طرح چھلانگ مار کر ڈبے میں گھس گئی۔ پھر تھوڑے ہی عرصے میں وہ اس طرح اندر دھکیل دی گئی جس طرح طوفان میں تنکے بہہ جاتے ہیں۔ اور جب پسینہ میں تر بہ تر مسافروں نے کسی نہ کسی طرح ڈبے کا دروازہ بند کر دیا تو اس نے دیکھا کہ وہ مردوں عورتوں کی ایک ٹھوس بھیڑ میں ڈبے کے درمیان بالکل ایسی ہی کھڑی تھی جس طرح نصف چیری ہوئی لکڑی کے دو تختوں کے درمیان ایک چھوٹا ٹکڑا پھنسا دیا گیا ہو۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ ادھر ادھر ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتی۔ اس قسم کی مقامی ریل گاڑیوں میں سفر کرنے کو وہ پہلے ہی ناخوشگوار خیال کرتی تھی لیکن اس کا اندیشہ صرف یہیں تک محدود تھا کہ اس کی خوبصورت آنکھوں۔ گلاب ایسے سرخ رخساروں اور جسم کے دوسرے گداز حصوں پر مرد مسافروں کی بیباک نگاہوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ اور نظریں بھی ضرورت سے زیادہ بیباک لیکن اس چیز کا احساس اُسے آج ہی ہوا کہ ان کی آنکھوں کے علاوہ ان کے جسم کے دوسرے حصے بھی اس کے گداز جسم سے اس طرح چھونے رہیں گے وہ مارے شرم کے پانی پانی ہوتی جا رہی تھی۔ دو چیزیں اسے خاص طور پر محسوس ہو رہی تھیں ایک مرد کا بازو جس نے اسے قریباً قریباً بھینچ رکھا تھا اور دو مردانہ آنکھیں جو اس کے جسم کے اکثر گداز حصوں کو جو جگہ کی تنگی کے باعث اور بھی زیادہ نمایاں ہو رہے تھے۔ ناقابل برداشت حد تک گھور رہی تھیں۔ جوں ہی گاڑی کی رفتار ذرا مدھم ہوتی۔ وہ اپنے آپ کو ذرا زیادہ آرام دہ بنانے کی کوشش کرتی اور اس مرد کو نفرت انگیز نگاہوں سے دیکھتی لیکن ان نظروں کا اس شخص پر جسے موالی کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ اس سے زیادہ اثر نہیں کر سکتی تھیں۔ جتنا کہ آگ سے سرخ لوہے پر پانی کی چند بوندیں۔

ایسے مرد جو کسی لڑکی کی مصیبت سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی بیباک نظروں کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایک بھاری تعداد میں اس کی اپنی نظروں کے سامنے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ اس مرد کو ایک نظر دیکھ لینا چاہتی تھی جس کے بازوؤں نے اسے بھینچ رکھا تھا۔ اور جو اس کے جسم کو ایک کیف آور جھنک چھو رہے تھے۔ اُشا نے ایک گہرا سانس لیا۔ اور پھر دو لمبی ہوا بھرنے کے ساتھ ساتھ محسوس کیا کہ اسکے سینہ کا ابھار اور بھی نمایاں ہو رہا ہے لیکن وہ ادھر ادھر ذرا بھی ہل نہیں سکتی تھی اس کے آگے جو مرد کھڑا تھا اس کی کہنی اس کے سینہ میں گھسی جا رہی تھی۔ اور گاڑی کے ہچکولے اور ہیر پھیر کے ہر جھٹکے کے ساتھ اس کی کہنی گھپن میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بغل والے مردوں نے بھی اپنے جسم اس طرح جوڑ رکھے تھے کہ وہ ان کے درمیان پھنس کر رہ گئی تھی۔ اس تمام مصیبت کے باوجود اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جو مرد اُس کے عین پیچھے ہے وہ اس کی زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔ لیکن اسکو دیکھنا قریباً قریباً ناممکن تھا۔ لیکن اسکی موجودگی کو ضرورت سے زیادہ محسوس ہو رہی تھی اس کا گھٹنا اُشا کے گھٹنے بالکل مس کر رہا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنی دونوں ٹانگوں کو ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک کر لیا۔ تاکہ وہ زیادہ محفوظ ہو جائیں۔ لیکن اس مرد کو جیسے کسی چیز کا ڈر ہی نہ ہو۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے خمدار کولھوں پر رکھ دیا۔ اور اوشا نے ایسا محسوس کیا کہ اس کے ریشمی بلاؤز کے اندر اس کے گداز جسم پر مردانہ ہاتھ چھو رہے ہوں ان گستاخ ہاتھوں سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش میں اس کے گالوں کی سرخی بڑھ گئی۔ لیکن جائے تنگ است و مرداں بسیار کے باعث اس کی کوئی پیش نہ گئی۔ ان شوخ انگلیوں کی گستاخیاں بڑھتی جا رہی تھیں حتےٰ کہ اس کے جی میں آیا کہ وہ چیخ مارے لیکن اس کی ہمت نے جواب دے دیا اس نے ادھر ادھر ہل کر اپنے آپ کو ایک بار پھر آزاد کرانے کی کوشش کی۔ لیکن اس سے بھی الٹا اسے ہی فائدہ ہوا۔

خوش قسمتی سے اُشا کو مزید پریشان نہ ہونا پڑا۔ کیونکہ باندرا اسٹیشن آگیا۔ اور وہ ایک دم ڈبہ سے باہر نکلنے کے لئے دوڑی اور اپنی کہنیوں کا سہارا اپنے سامنے والے مسافر سے دے کر وہ پھلانگ کر گاڑی سے باہر آگئی۔ جب وہ کھڑکی سے باہر آنے لگی تو اس نے ایسا محسوس کیا کہ کوئی کپڑا پھٹ گیا ہو۔ لیکن اسے باہر جانے کی جلدی تھی اور اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش نہ کی جب گاڑی چلنے لگی تو اس نے اس مرد کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ کہیں نظر نہیں آیا۔

گاڑی کے چلے جانے کے بعد اس نے دو چیزیں محسوس کیں ایک تو اس کا بلاؤز بُری طرح پھٹ گیا تھا۔ دوسرے وہ جلدی میں اپنا بٹوہ ڈبے میں ہی بھول آئی تھی۔ ساڑھی کو سنوار کر اپنے پھٹے ہوئے بلاؤز کو اچھی طرح چھپاتے ہوئے وہ سٹیشن ماسٹر کے پاس پہنچی۔ اور بٹوہ کھونے کا واقعہ معہ اپنے پورا پتہ کے لکھا کر باہر چلی آئی پھر اس تلخ تجربہ کے بعد وہ بس میں سوار ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اور کچھ دیر انتظار کے بعد ایک وکٹوریہ میں گھر پہنچی جہاں پدما اس کی انتظار میں آنکھیں بچھائے بیٹھی تھی

پدما پتلی دبلی حسینہ تھی اور اوشا کا جسم قدرے بھاری اور گدانہ تھا۔ اور وہ اس کے انتظار میں برآمدے میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ اوشا نے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی اپنے آپ کو کرسی پر گرا دیا پدما نے چھوٹتے ہی پوچھا آخر آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا تم کسی کے ساتھ بھاگ گئی یا کسی کروڑپتی کے لڑکے سے شادی رچا لی ہے اور یا خودکشی کر لی ہے۔"

"اس سے بھی بدتر" اُشا نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اور اپنے پھٹے ہوئے بلاؤز کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھو میں بڑی مشکل سے ساڑھی کے پلو سے اپنے آپ کو ڈھانپ کر یہاں لائی ہوں"

"لیکن یہ ہوا کیسے" پدما نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کسی نے تمہاری بے عزتی کی۔ آخر کسی کو تمہارے ساتھ گستاخی کرنے کی جرأت کیسے ہوئی"

"بس کچھ نہ پوچھو کون تھا یہ میں نہیں جانتی مجھے کہ بمبئی کا کوئی موالی تھا اس نے اپنا ہاتھ میرے بلاؤز میں دے کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

پدما نے قدرے آہستہ سے کہا لیکن اس میں تم اسے ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتیں کم از کم اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو میں اسے ایسا کرنے کا موقعہ بھی نہ دیتی"

اُشا نے تکیہ اٹھا کر اسے اپنے گھٹنوں اور چھاتیوں کے درمیان بھینچتے ہوئے کہا "صرف یہیں بس نہیں پدما اس سے چھٹکارا پانے کے لئے میں جو بھاگی تو میں اپنا بٹوہ بھی وہیں بھول آئی ۔ ۔ ۔ ۔"

"اس میں کچھ تھا؟"

"سات روپے ۔ ۔ ۔"

"تب تو بہت بُرا ہوا۔ شاید تمہیں وہ روپے واپس مل جائیں۔ بمبئی میں بھی آخر کچھ تھوڑے بہت ایماندار آدمی بستے ہیں اور یقین ممکن ہے وہ انہیں میں سے ہی کوئی ہو"

اوشا اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی "میں نے ایسی گاڑیوں میں سفر کرنے سے توبہ کی۔ کاش کوئی امیر نوجوان مجھ سے شادی کر لے اور مجھے شادی کے تحفہ کے طور پر ایک رولس رائس گاڑی خرید دے"

اگلے روز علی الصبح جب دونوں چائے پی رہی تھیں۔ ایک لڑکا آیا اور اس نے کہا "مس اشا کی ایک چھٹی ہے"

اوشا حیران تھی کہ وہ کس کی چھٹی ہو سکتی ہے وہ خود اٹھ کر باہر آئی۔ وہ لڑکا یا نوجوان بجائے اس کے کہ وہ لفافہ اس کے ہاتھ میں دیدے وہ اس کے خوبصورت اور متناسب اعضا کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ اُشا نے خط اس کے ہاتھ سے پکڑ کر دروازہ بند کر دیا لفافہ کھول کر پڑھا جیسے وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی ہو اس نے خط کئی بار پڑھا اور پھر دوڑتی ہوئی کچن کی طرف گئی۔

"پدما" اس نے اندر داخل ہوتے ہی کہا "سنو" اور اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پڑھا۔

"ایسوسی ایٹڈ پروڈکشنز لمیٹڈ۔ دادر۔ مین روڈ بمبئی کی جانب سے آپ سے درخواست ہے کہ ان کے سٹوڈیو میں انٹرویو کے لئے تشریف لائیں۔ براہ مہربانی اپنے ساتھ موزوں لباس اور کپڑے بھی لائیں تاکہ آپ کا مکمل سکرین ٹیسٹ بھی لیا جا سکے"

منگل سین
کاسٹنگ ڈائرکٹر ایسوسی ایٹڈ
پروڈکشنز لمیٹڈ

پدما کی خوشی سے چیخ نکل گئی اور اُس نے

اوشا کے گلے میں دونوں باہیں حمائل کرتے ہوئے کہا۔ اوشا تم جیت گئیں۔ نتیجہ تمہارے حق میں ہے۔

اوشا حیران تھی اور اس نے اپنے آپ کو پدما سے چھڑاتے ہوئے کہا۔ کیا مطلب؟ تم کہہ کیا رہی ہو؟

اوہ - میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا۔ اس لئے کہ اوشا، تم بہت محسوس کرو گی۔ کمپنی والوں نے اشتہار دیا تھا کہ وہ ایک ایسا چہرہ چاہتے ہیں جو تین سال تک ان کی فلموں میں کام کر سکے۔ گرمیوں کے موسم میں میں نے جو تمہارا فوٹو لیا تھا میں نے وہ ارسال کر دیا اور مارے خوشی کے میں ناچتی اور تالیاں اچھالتی پھر رہی تھی اور کہہ رہی تھی اوشا تم جلد ہی فلم سٹار بن جاؤ گی۔ . .

میں اور فلم سٹار، اوشا سوچ رہی تھی اور پدما نے پھر اپنی دونوں باہیں اس کے گلے میں حمائل کرتے اور اس کے رخساروں پر بے شمار بوسے دیتے ہوئے کہا۔ ہاں ہاں تم فلم سٹار بنو گی۔ کیا تمہیں یہ جان کر خوشی نہیں ہو گی؟

لیکن میں تو گھبرا سی گئی ہوں کیا میں یہ کام کر سکوں گی۔ اوشا نے جواب دیا۔

اگلے روز اوشا دادر میں انٹرنیشنل ایجنسی لمیٹڈ پروڈکشنز لمیٹڈ کے سٹوڈیو کے پاس بس سے اتری اور دروازے کی جانب بڑھی جہاں ایک پٹھان دربان نے روکا۔ لیکن جب اس نے خط دکھایا تو کہا آپ بائیں طرف جائیے اور دائیں ہاتھ کے کمرے میں گھس جائیے اور جب اوشا اس کمرے کے سامنے پہنچی جس پر منگل سین - کاسٹنگ ڈائریکٹر لکھا ہوا تھا تو اسے ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے پیر لڑکھڑا رہے ہوں۔ اس نے ایک لمبا سانس کھینچا۔ آنکھیں بند کیں اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

تشریف لائیے، اندر سے ایک دلکش مردانہ آواز آئی۔ اور جب اوشا نے دروازہ کھولا تو اس کے ہاتھوں کی انگلیاں یخ ہو رہی تھیں۔ دروازہ کھلا اور اس نے دیکھا میز کے پاس ایک خوبصورت نوجوان شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اوشا کو قدرے جھجکتے ہوئے دیکھ کر وہ مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ آئیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

اوشا آہستہ سے میز پر پہنچی۔ اس کا سانس تیز ہو چکا تھا۔ جس کے باعث اس کے سینہ کا ابھار دل کی دھڑکن کے ساتھ ہی اوپر نیچے ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے رکتے رکتے خط اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا میرا نام اوشا ہے اور یہ خط مجھے کل ملا تھا۔ اس نے میز سے ایک فہرست اٹھا کر کہا

ہاں مس اوشا - سیاہ آنکھیں لمبے بال میز تلوار کی سی ناک۔ قد ۵ فٹ ایک انچ وزن ۱۲۰ پونڈ۔ چھاتی ۳۴ انچ کمر ۲۷ انچ۔ ہاں جو دو نام مقابلہ کے لئے چنے گئے ہیں انہیں سے ایک آپ ہیں؟ اس کے بعد اسے کمرے کے کونے میں آویزاں ایک پردے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اگر تکلیف نہ ہو تو وہ لباس پہن کر ذرا دکھائیے۔

اوشا پردہ کے پیچھے چھپ گئی۔ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس شخص کو نوجوان ہونے کی بجائے ادھیڑ عمر کا ہونا چاہئے تھا۔ اس نے اپنی چولی کو ٹھیک کیا۔ ہونٹ درست کئے اور بن سنور کر باہر آ گئی۔

منگل سین اسے دیکھتے ہی حیران رہ گیا اور اس نے اپنے آپ کو کرسی میں پیچھے گرنے سے بڑی مشکل سے بچایا۔ اور تھوڑی دیر تک وہ اپنی کوئلوں کی طرح دہکتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر اور انگلیوں کے اشارے سے کہنے لگا۔ منہ دوسری طرف کیجئے۔ ہاتھ کولہوں پر رکھئے۔ اوشا نے ایسے ہی کیا۔ وہ اپنے سانس کو بمشکل تمام روکے ہوئے تھی اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے زور سے سانس لیا تو وہ تنگ اور باریک چولی جو اس نے پہن رکھی تھی کہیں پھٹ نہ جائے۔ اور سارا بنا بنایا کھیل ہی نہ بگڑ جائے۔ اسی طرح گھوم پھر کر وہ پھر منگل سین کے سامنے اکڑی ہوئی۔ منگل سین کرسی سے اٹھ کر میز کے سامنے آ کھڑا ہوا لیکن اس کی ٹکٹکی اوشا کے گداز اعضا سے پرے نہیں ہوئی۔ یکایک دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ اور سارا کھیل درمیان میں ہی رہ گیا منگل سین نے پیچھے ہٹ کر کہا ہاں آئیے۔

دفتر کا چپڑاسی اندر داخل ہوا۔ اور اس نے کہا۔ حضور میں نے ایڈریس معلوم کر لیا ہے وہ یہ ہے قیصر مینشن۔ فلٹ آف کلابہ پل۔ باندرہ کمرہ ۳ بی۔

منگل سین نے سر ہلاتے ہوئے کہا بالکل ٹھیک۔

لیکن اوشا حیران و ششدر رہ گئی یہ تو اس کا اپنا ایڈریس تھا۔ چپڑاسی چلا گیا اور اب کے جب منگل سین اوشا کی طرف بڑھا تو وہ پیچھے ہٹ گئی اور کہنے لگی مسٹر سین وہ تو میرا ایڈریس ہے۔

منگل سین نے ایک بار دیدے پھاڑ پھاڑ کر اوشا کی جانب دیکھا۔ اور کہنے لگا سچ سچ تو کیا تم مس پدما کو جانتی ہو؟

پدما - وہ میرے ساتھ ہی کمرے میں رہتی ہے۔ منگل سین کے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی اور کہنے لگا۔ کس قدر دلچسپ بات ہے میں کل شام سے اس کی تلاش میں ہوں لیکن اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چند منٹ پیشتر میرا یہ خیال تھا کہ وہ دنیا کی حسین ترین چیز ہے۔ لیکن اب میرا خیال بدل گیا ہے۔

وہ میز کی طرف جھکا اور دراز سے بٹوہ نکال کر اوشا کو دیتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ آپ اسے واپس کر دیں۔ کل ریل گاڑی میں وہ بھول گئی۔ میں اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ . . .

اوشا کی بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ بٹوہ ہاتھ میں لئے منگل سین کی جانب دیکھ رہی تھی۔

کیا بات ہے مس اوشا اس نے پوچھا کیا تمہاری طبیعت خراب ہے؟

یکایک تمام راز اوشا پر کھل گیا۔ بٹوے میں پدما کا ایک کارڈ تھا۔ اور اس سے انہوں نے اس کی مالکہ کا پتہ لگایا تھا اور وہ گستاخ موالی منگل سین تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پردے کے پیچھے گئی اپنا اصلی لباس پہنا اور بٹوہ اٹھا کر آندھی کی سی رفتار سے باہر نکل گئی دروازے پر وہ کسی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی کہ منگل سین بھاگتا ہوا اس کے پیچھے پہنچا اور کہنے لگا مس اوشا تمہیں بتانا ہو گا کہ تم اس قدر جلد خفا ہو کر کیوں چلی گئیں۔

اوشا کی آنکھیں مارے غصہ کے انگارے کی طرح سرخ ہو رہی تھیں اور اس نے چلا کر کہا۔ یہ بٹوہ میرا ہے۔ اور میں اسے گاڑی میں بھول آئی تھی اور تم ہی وہ شخص تھے جس نے میرے . . . . . .

منگل سین کسی نہ کسی طرح اس کا غصہ ٹھنڈا کر کے اسے اپنے کمرے میں واپس لے آیا اور اگلے ہی لمحہ وہ اس کے بازوؤں پر گری ہوئی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھی۔ اور منگل سین کہہ رہا تھا تو وہ تم تھیں میری پیاری . . . .

تھوڑی دیر فضا میں خاموشی چھائی رہی۔ اور بوسوں کی چٹک کے سوا کوئی دوسری آواز خلل انداز نہیں ہوئی۔ اور جب اوشا جانے لگی تو اس نے کہا تم بہت اچھے ہو۔ بہت اچھے میں تمہیں محبت کرتی ہوں۔

اور جب شام کو پدما گھر پہنچی تو اس کی میز پر ایک رقعہ پڑا تھا۔ اس نے اٹھا کر پڑھا لکھا تھا۔

دس منٹ میں میں فلمی دنیا میں گئی اور اسے ترک بھی کر آئی۔ میں نے ڈارلنگ فلم پر اسے دلیسٹ بننے پر مسز منگل سین بن جانے کو ترجیح دی - وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں

شکریہ . . . . . . اوشا

(بانصویر)
پارس لاہور
۱۸ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء

کرپس مشن کی ناکامی کی وجوہات

سابقہ بے اعتمادی نے معاملات کو بگاڑنے میں نمایاں حصہ لیا

مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے

سر سٹیفورڈ کرپس آندھی کی طرح آئے اور دہلی میں چند روز مقیم رہ کر ہندوستان کی پولیٹیکل فضا میں طوفان بپا کر کے بگولا کی مانند انگلستان روانہ ہو گئے لیکن واحسرتا کہ ہندوستان کی آزادی کے خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ سر کرپس۔ انگریزی و امریکن پریس اور دیگر ہمچو قسم کے انگریز نوگفت و شنید کے ٹوٹ جانے کا کانگرس اور دیگر ہندوستانی جماعتوں پر الزام دھر رہے ہیں لیکن کانگرس کے لیڈر کرپس مشن کی ناکامی کے لئے انگریزوں کی اختیارات سے دستبردار نہ ہونے کی دیرینہ عادت کو ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ غرضیکہ ان دنوں پریس میں اس موضوع پر خوب بیانات شائع ہو رہے ہیں۔

ہندوستان کو آزاد کرنے کے سلسلہ میں انگریز جو کچھ ہندوستانی لیڈروں کے سپرد کر رہا تھا۔ وہ آج سے کچھ عرصہ قبل شاید قابل قبول ہوتا۔ مگر اب جبکہ جنگ کے باعث ملک کے حالات مخدوش ہو رہے ہیں۔ اور ادھر ہندوستانیوں کی طبیعت پر بے اعتمادی جو جڑیں پکڑ چکی ہے سمجھوتہ کی تکمیل میں سب سے زیادہ سد راہ ہوئی ہے۔ اس موقعہ پر جبکہ دشمن ایک لحاظ سے ہندوستان کی سرزمین پر براہ راست حملہ آور ہو چکا ہے۔ انگریزی حکومت کا دلیرانہ فراخدلی کا ثبوت نہ دینا ایک نہایت ہی افسوسناک امر واقعہ ہے۔ اگر سر سٹیفورڈ کرپس کی مانند مسٹر چرچل اور آپکی کیبنٹ کے دیگر ارکان بھی ہندوستان کی صحیح معنوں میں دلی ہمدرد اور اس کو آزاد کر دینے کے خواہشمند ہوتے تو آج سٹالن کو انگریزوں کے پہلو بہ پہلو لڑائی میں لا کھڑا کرنے والے کرپس کو ہندوستان کی الجھن سلجھانے میں ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

کانگرس کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ اگر مرکز میں نیشنل گورنمنٹ قائم کرنا منظور کرتے ہو۔ تو اسکو حقیقی اختیارات بھی حاصل ہونے دو۔ یعنی یہ نہ ہو کہ وزارت جو فیصلہ کرے۔ اسے رد کرنے کا وائسرائے کو اختیار ہو۔ اور یہ مطالبہ کوئی ایسا نہ تھا جسے نامناسب اور غیر معقول قرار دیا جانے کے لئے کوئی معقول وجہ ہو۔ خیال فرمائیے کہ وہ نیشنل گورنمنٹ کس کام کی جس کی وزارت کوئی قدم اٹھانے میں آزاد نہ ہو۔ ایک طبقہ کا خیال یہ بھی ہے کہ اگر کانگرس وار کیبنٹ کی تجاویز منظور کر لیتی اور جس نوع کی نیشنل گورنمنٹ وہ دیتی تھی۔ اسے اسی حالت میں ہی قبول کر لیتی۔ تو اس میں اور کانگرس کی پوزیشن میں کوئی نمایاں فرق نہ تھا۔ کیونکہ جن حالات میں ہندوستانیوں کے حوالے اختیارات کئے جا رہے تھے۔ وہ ایسے تھے کہ اگر کسی موقعہ پر وزارت اور وائسرائے میں کوئی اختلاف بھی ہوتا۔ تو وائسرائے اپنی وزارت کے فیصلہ کو کبھی رد نہ کرتے۔ مگر کانگرس اس RISK میں پڑنا نہ چاہتی تھی۔ وہ کوئی ذمہ داری قبول کرنے سے پہلے اپنی حیثیت کا جائزہ لینا چاہتی تھی۔ اور اس یقین کے ساتھ عنان حکومت سنبھالنا چاہتی تھی کہ اس کے رستہ میں رکاوٹیں نہ ڈالی جائیں گی۔ چونکہ سر سٹیفورڈ کرپس کانگرس اور دوسری جماعتوں کی تسلی نہ کر سکے۔ لہٰذا باہمی تصفیہ کا معاملہ درمیان میں ہی رہا۔ بلکہ صورت حالات پہلے سے بھی بدتر شکل اختیار کرتی دکھائی دیتی ہے۔ جو افسوسناک ہے۔

جلاوطن مہاراجہ نابھہ

عرصہ سے مہاراجہ صاحب نابھہ کوڈائی کنال (مدراس) میں نظربند ہیں۔ مدت سے یہ ایجی ٹیشن جاری ہے کہ چونکہ ان کی صحت خراب ہے۔ اس لئے اگر گورنمنٹ انہیں آزادانہ زندگی بسر کرنیکی اجازت نہیں دینا چاہتی۔ تو کم سے کم اتنا تو ہو جانا چاہئے کہ انہیں ڈیرہ دون یا کسی دیگر ایسے مقام پر رہائش پذیر ہونیکی اجازت ہو جس کی آب و ہوا ان کی صحت کے لئے مفید ہو لیکن یہ تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ لیکن اب جبکہ جاپانی حملہ کے پیش نظر مدراس اور اڑیسہ کے ساحلی علاقوں کو حکومت کی طرف سے خود خالی کرایا جا رہا ہے۔ تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے وقت پر بھی حکومت مہاراجہ صاحب کو کوڈائی کنال سے نقل مکانی کی اجازت نہ دے گی؟

کچھ دنوں سے یہ افواہ سنی جا رہی ہے کہ مہاراجہ صاحب کو کوڈائی کنال سے کسی دوسرے مقام پر بھیجنے کا معاملہ حکومت کے زیر غور ہے اور عنقریب ہی وہ اس سلسلہ میں کوئی قدم اٹھانے والی ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں کا تو یہ بھی خیال ہے کہ شاید مہاراجہ صاحب کو اپنی ریاست میں رہنے کی اجازت ہی مل جائے لیکن اس خبر میں کوئی صداقت دکھائی نہیں دیتی کیونکہ سینئر مہارانی صاحبہ اور نوجوان مہاراجہ صاحب جو اپنی والدہ کے زیر اثر ہیں۔ وہ تو یہ بھی نہیں چاہتے کہ مہاراجہ صاحب کو پنجاب کے نزدیک ہی پھٹکنے دیا جائے۔ چہ جائیکہ انہیں ریاست میں رہنے کی اجازت ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر سینئر مہارانی کا بس چلے تو وہ مہاراجہ صاحب کو کوڈائی کنال سے بھی دور کسی ایسے مقام پر بھجوانے کے لئے زور دیں جہاں ان کا نہ کوئی پرسان حال ہو۔ اور نہ ان تک ان کے کسی ہمدرد کی رسائی ہو سکے لیکن بانیہمہ توقع رکھنی چاہئے کہ جنگی صورت حالات کے پیش نظر حکومت کو مہاراجہ صاحب کے تبدیلی مقام کے سلسلہ میں ضرور کوئی فوری قدم اٹھانے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔

سر محمد ظفر اللہ خاں کا نیا عہدہ

آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں چین میں ہندوستان کے ایجنٹ جنرل مقرر ہوئے ہیں۔ آپ کے اس نئے عہدے کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ آپ صرف وائسرائے کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ کیونکہ وہی ہندوستان کے امور خارجہ کے انچارج ہیں۔ چوہدری صاحب چین میں حکومت ہند کی تمام معاملات میں نمائندگی کریں گے۔ سر موصوف صرف چھ ماہ کے لئے چین میں مقیم رہیں گے۔ لیکن اس اثنا میں آپ فیڈرل کورٹ آف انڈیا کی ججی پر فائز رہیں گے۔ گویا کہ آپ کو فیڈرل کورٹ کے جج کی حیثیت سے چین میں ڈیپوٹیشن پر سمجھا جائے گا۔

آج سے دس بارہ سال قبل کسی کے گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی۔ کہ لاہور کا ایک معمولی بیرسٹر موقعہ ملنے پر ایک روز آسمان ترقی پر ایسا ستارہ بن کر چمکیگا۔ کہ اس کے دوست و احباب اور خویش و اقارب اسکی ذات پر بجا فخر کریں گے۔ چوہدری سر ظفر اللہ خاں کی قابلیت کا سکہ اسی وقت جم چکا تھا۔ جبکہ صرف چند ماہ کیلئے انہوں نے مرحوم سر فضل حسین کی جگہ عارضی طور پر وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے کام کیا۔ اور بعد میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی کارروائی میں سرگرم حصہ لیکر انہوں نے نہ صرف وزیر ہند اور دیگر انگریز مدبرین سے داد حاصل کی بلکہ اکثر ہندوستانی لیڈروں نے بھی جو پولیٹیکل اور مذہبی طور پر ان سے اختلاف رکھتے تھے انکی ذات پر فخر اور اعتماد کا اظہار کیا۔ بعد میں گورنمنٹ ہند کے ریلوے اور لا ممبر نیز انچارج سپلائی ڈیپارٹمنٹ کی حیثیت سے انہوں نے قابل رشک شہرت حاصل کی۔ چوہدری صاحب کو جتنے طویل عرصہ تک ایگزیکٹو کے ممبر کی حیثیت سے کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اتنے عرصہ تک کوئی ہندوستانی مسلمان اتنے بڑے عہدہ پر فائز رہنے کا فخر حاصل نہیں کر سکا۔ لا ممبری کے بعد فیڈرل کورٹ کی ججی پر چوہدری صاحب کا تقرر اس امر کی دلیل ہے کہ وہ ایک ایسی نمایاں شخصیت کے مالک ہیں جنہیں حکومت نظرانداز نہیں کر سکتی۔ اور اب چین میں ایجنٹ جنرل مقرر کئے جانے پر یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ جب کبھی کسی خاص موقعہ پر کسی ہندوستانی کی خدمات کی ضرورت پیش آئی۔ تو حکومت کی نظر انتخاب ہمیشہ چوہدری صاحب پر پڑی۔

جن حالات میں چوہدری صاحب کو چین میں ہندوستان کی سفارت کے فرائض ادا کرنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے وہ جنگ کے خوفناک صورت اختیار کر لینے کے باعث بہت نازک ہیں۔ تاہم یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ چوہدری صاحب اپنی خداداد قابلیت سے چین اور ہندوستان کو ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک لانے میں کامیاب ہو سکے۔

دلچسپ مضمون

لنڈن ٹائمز اور اس کے ایڈیٹر

(صحافتی تاریخ نویس مسٹر ایچ چائلڈ کے قلم سے)

برطانیہ کا وہ مشہور و معروف روزانہ اخبار جو گذشتہ ۱۵۰ سال سے باقاعدہ شائع ہو رہا ہے اس کے سابق ایڈیٹر مسٹر جفری ڈاسن ۲۵ سال کی سروس کے بعد ریٹائر ہوئے قریباً سوا سو سال کے طویل عرصہ میں مسٹر برنگٹن وارڈ اس کے چھٹے ایڈیٹر مقرر ہوئے

انگلستان کے مشہور و معروف اخبار ٹائمز کو شائع ہوتے ہوئے آج ۱۵۰ سال ہو چکے ہیں اور گذشتہ ۱۲۵ برس میں اس کے چھ ایڈیٹر ہو گذرے ہیں۔ ان میں ایک صرف گیارہ سال اور ایک دوسرا صرف چار سال کرسی ادارت پر متمکن رہا گویا ۱۱۳ سال کا طویل عرصہ صرف چار ایڈیٹروں کے عہد میں ہی ختم ہوا۔ ان میں سے مسٹر ڈاسن متواتر ۲۵ سال تک ادارت کی ذمہ واریاں سنبھالے رہے۔ اپنی زندگی کے ۱۵۶ سالوں میں سے ٹائمز متواتر اسی جگہ (واقع لندن) سے اس قدر باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گیا جس دن یہ اخبار نہ نکلا ہو۔ اس دوران میں حالات نے کئی پلٹے کھائے۔ اور دفتر کو کئی مجبوریوں کا مقابلہ کرنا پڑا لیکن اس کی باقاعدگی میں فرق نہیں آیا۔ ۱۹۲۶ء میں جب عام ہڑتال ہوئی۔ تو لنڈن کے سب روزانہ اخبارات کی اشاعت ملتوی ہو گئی لیکن صرف ٹائمز ہی ایسا اخبار تھا جو اس دن بھی شائع ہوا۔ ہڑتال کا پہلا دن ۵ مئی کو تھا۔ اس دن ٹائمز کا جو پرچہ شائع ہوا وہ صرف ایک کاغذ تھا اور وہ بھی ایک طرف سے دستی مشین پر چھپا ہوا تھا لیکن اس کی اشاعت نہیں رکی۔ اسی طرح ستمبر ۱۹۴۰ء کی ایک صبح کو ٹائمز کے دفتر پر ایک بم گرا۔ جس کے باعث عمارت کو کافی نقصان ہوا۔ اڈیٹوریل اور کئی دیگر کمرے گر پڑے لیکن دوسرے پرچوں اور روز کے معمول کی طرح ٹائمز اس روز بھی باقاعدہ شائع ہوا۔

ایڈیٹر کے جو معنی آج لئے جاتے ہیں ان معنوں میں ٹائمز کا پہلا ایڈیٹر مسٹر تھامس برنز تھا۔ جو ۱۸۱۷ء میں کرسی ادارت پر بیٹھا اور وہ صحیح معنوں میں سارے اخبار کا انچارج تھا اور اسے اخبار کے ہر شعبہ پر مکمل اختیار حاصل تھا۔ تھامس برنز اخبار کو صحیح معنوں میں اخبار بنانا چاہتا تھا۔ وہ اس اصول کا حامی نہیں تھا کہ حکومت اس کے ذریعہ عوام پر اثر انداز ہو۔ اور وہ اپنے اس نصب العین کی خاطر اس خوبی سے لڑا کہ اس کے بیس سال بعد لارڈ چانسلر لارڈ لنڈ ہرسٹ کو بے اختیار کہنا پڑا کہ "بلا شبہ برنز اس وقت ملک کی طاقتور ترین ہستی ہے۔"

اسی ضمن میں ایک اور دلچسپ کہانی سننے۔ ۱۸۳۴ء میں ٹائمز میں جب حکومت کے خلاف کڑی نکتہ چینی کی گئی تو چانسلر آف دی ایکسچیکر لارڈ التھراپ نے لارڈ چانسلر لارڈ برگھم کو ایک دستی رقعہ ارسال کیا جس میں دریافت کیا گیا تھا کہ "کیا ہم ٹائمز کے خلاف کھلے طور پر جنگ کا اعلان کر دیں یا صلح کرنے کی کوشش کی جائے؟" لارڈ برگھم کو جس وقت یہ رقعہ ملا وہ ایک مقدمہ کی سماعت کر رہے تھے۔ انہوں نے اسے پڑھا اور دو ٹکڑے کر کے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا کسی نہ کسی طرح یہ پھٹا ہوا رقعہ برنز کے پاس پہنچ گیا۔ آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ رقعہ کس نے اسے پہنچایا۔ مسٹر برنز نے لارڈ چانسلر کے سیکرٹری کو ایک خط لکھا جس کا عنوان تھا۔ "لارڈ چانسلر کو دکھا دیجئے۔" اور اس میں درج کیا گیا تھا کہ ہمیں لارڈ التھراپ کی تجویز اور اس کے انجام کا اچھی طرح سے علم ہے۔ اسی طرح ٹائمز کے ایک دوسرے ایڈیٹر مسٹر ڈیلن نے لارڈ سائمن کو ایک خط لکھتے ہوئے اس میں سر کننگ سلے وڈ کو سخت برا بھلا کہا گیا تھا اور اس کے رد میں کڑی نکتہ چینی کی گئی تھی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ اخبار حکومت کی خوشنودی سے کس قدر بے نیاز رہا ہے۔

برنز کا جانشین بھی ایک زبردست شخصیت کا مالک تھا۔ وہ کسی اور طرز کا آدمی تھا۔ اس کا نام جان تھاڈس ڈیلین تھا۔ اس نے اپنی زندگی ہی ٹائمز کو وقف کر دی تھی اور وہ متواتر ۳۶ سال ادارت کی ذمہ واریاں سنبھالے رہا۔ وہ ایک زبردست سوشل پوزیشن کا بھی مالک تھا اور اس سے وہ اپنے اخبار کو بھی بھاری فائدہ پہنچاتا رہا۔ وہ خبریں حاصل کرنے میں بے حد چالاک اور تیز تھا۔ مگر کبھی کوئی پکڑنے میں شاید اس قدر ہوشیاری سے کام نہ لیتی ہو۔ جتنا وہ خبریں حاصل کرنے میں لیتا تھا۔ ایک دن ایک مشہور ڈاکٹر نے جو اس کا اور لارڈ نارتھ بروک کا مشترکہ دوست تھا۔ اسے بتایا کہ لارڈ موصوف ان سے پوچھ رہے تھے کہ آیا گرم آب و ہوا اس کی نازک طبع راس آ سکے گی یا نہیں۔ اگلی صبح ٹائمز میں یہ خبر چھپی ہوئی تھی کہ لارڈ نارتھ بروک ہندوستان کے گورنر جنرل بن کر ہندوستان جا رہے ہیں۔ اسی قسم کا ایک اور دلچسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ مشہور شاعرہ کارولین جو کہ ایک نہایت ہی حسین عورت تھی اور جس کی ازدواجی زندگی انتہائی تلخ تھی۔ ڈیلین کے پاس رات کے وقت آئی اور اس نے حکومت کا ایک راز کہ وہ غلے کے قانون کو منسوخ کرنا چاہتی ہے اور اس کے عوض پانچ سو پونڈ میں فروخت کر دیا۔ جارج میرڈتھ نے اس کہانی کو اپنے مشہور ناول

میں استعمال کیا ہے لیکن در اصل اس کہانی میں کوئی حقیقت نہیں ہے اور ڈیلین نے اس کے متعلق کابینہ کے ایک ممبر لارڈ ایبرڈین کی طرف سے جان بوجھ کر سکھنے کے لئے ایک خط سے ہی اندازہ کر لیا تھا۔ مسٹر ڈیلین کا نصب العین محض خبریں حاصل کرنے سے کہیں زیادہ بلند تھا۔ اس نے انگلستان

ایک نہایت ہی دردانگیز افسانہ

"ٹینی سن"

(خاص "پارس" کیلئے)

:- از لالہ شوچرنداس اختر بھنگالوی

سات آٹھ سال کے طویل عرصہ کے بعد آج اچانک سوشیلا سے ملاقات ہوئی ——

بہت پہلے وہ ہمارے مکان کے پاس ہی رہتی تھی۔ جب وہ ایک جاندار گڑیا کی مانند تھی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد زمانہ کے تغیر اور قدرت کی نیرنگی نے اس کے خوابیدہ خدوخال میں ایک جاذب نظر و جمعداری پیدا کر دی تھی۔ کمسنی نے شباب میں قدم رکھا اور حیا نے ایک دلنواز صورت اختیار کی۔ بچپن میں وہ بلا خوف و تردد میرے کمرہ میں آجایا کرتی تھی۔ میز پر پڑی ہوئی چیزوں کو الٹ پلٹ کرنا اس کا معمول تھا میری ناراضگی سے اسے راحت حاصل ہوتی تھی ——

اس کے بعد اسے ہمارے گھر آنے میں جھجک محسوس ہونے لگی۔ اتفاق سے کبھی اگر راستہ میں ملاقات ہو جاتی تو وہ سر جھکائے ہوئے جلدی جلدی قدم اٹھانے لگتی تھی۔ قدرت نے اسکی آنکھوں کو قوت جاذبہ نہایت فراخدلی سے عطا کی تھی۔ سحر انگیز مبہوت کن لہجہ اور جوانی کی آمد مجھے بے خود بنانے کیلئے یہ چیزیں کچھ کم نہ تھیں۔ ایکدن میں نے یونہی پوچھا۔ سوشیل!

جواب میں ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر دوڑ گئی۔ وہ آگے نکل گئی۔ مگر اس کی جھینپی ہوئی آنکھیں سمٹی ہوئی گردن اور متبسم لب میں کتنی دیر تصور کی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

سوشیلا کے پتا کاروباری آدمی تھے۔ اچانک بیس ہزار کے خسارہ نے انہیں خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔ اب دنیا میں سوائے پرماتما کے ان ماں بیٹی کا اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ سوشیلا کی ماں تنگ دامانی اور جوان لڑکی کو دیکھ دیکھ کر پاگل سی ہوئی جارہی تھی۔ مگر اس کا علاج اسکی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ایک دن وہ ہمارے گھر آئی۔ باتوں باتوں میں اس نے میری اماں سے سوشیلا کی نسبت میرے ساتھ کرنے کی درخواست کی مگر . . . . . ماں نے بیچاری کی عرضداشت کو بری طرح ٹھکرا دیا۔ پتا جی نے کچھ بیچارگی کی موافقت کی تو اماں نے یہ کہکر ان کا منہ بند کر دیا کہ جہیز تو کچھ بھی نہیں ہے مکان تک ان کا فروخت ہو چکا ہے۔ محض لڑکی کی اچھائی کو سر پر رکھیں۔ اگر ایسی ہی لڑکیوں پر گرے پڑتے ہو تو مفت میں لڑکے کی تعلیم پر اسقدر روپیہ کیوں برباد کر رہے ہو؟ یہ سب سنکر میرا دم گھٹ جاتا تھا مگر رواج کے مطابق میں لب نہ ہلا سکتا تھا۔ کچھ دنوں بعد سوشیلا کی ماں نے بھی غم و فکر کی حالت میں جان دیدی۔ سوشیلا اکیلی رہ گئی۔ اسکے آنسو پونچھنے والا تشفی دینے والا اب کوئی نہ تھا اسکی دنیا تاریک تھی۔ میں اگرچہ اس کی جملہ تکالیف کو بخوبی طرح محسوس کرتا تھا مگر عملی طور پر اس کی کلفت کو کم کرنے کی استطاعت نہ رکھتا تھا۔ ایک دن سوشیلا کے ماموں آکر اسے اپنے گاؤں لے گئے۔ میری رہی سہی امید بھی ٹوٹ گئی۔ مگر میں نے اپنے دل میں یہ مضبوط و مستحکم ارادہ کر لیا کہ اگر سوشیلا کو حاصل نہ کر سکا تو تمام عمر شادی نہیں کرونگا ——

تعلیم ختم کرنے کے بعد میں پٹنہ کالج میں بطور اتالیق ملازم ہو گیا۔ گھر والوں کے متواتر اصرار پر بھی میں نے شادی کا نام نہ لیا۔ اسی طرح سات سال گذر گئے۔ اور سوشیلا کی یاد بھی کسی حد تک میرے دماغ سے محو ہونے لگی۔

ایک دن اچانک میں نے اسے چوک میں دیکھا اور دور سے ہی پہچان لیا۔ حالانکہ سات آٹھ سال بعد اسے دیکھا تھا۔ مگر سوشیلا مجھے جلدی نہ پہچان سکی —— وہ اکیلی نہ تھی اس کے ہمراہ تین چار سال کا ایک خوبصورت لڑکا تھا۔ میں نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ یہ بچہ سوشیلا کا ہے۔ بچپن میں سوشیلا بالکل اس بچہ سے مشابہ تھی۔ سوشیلا نے مجھے نمستے کی۔ اس پر بچہ میری طرف دیکھنے لگا۔ سوشیلا مسکرائی اور بچے کو مخاطب کرتے ہوئے بولی ٹینی سن نمستے کہو۔ پھر میری طرف متبسم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ یہ میرا لڑکا ہے بھیا رمیش۔ اس کا نام ٹینی سن ہے —— ٹینی سن ہے۔ یہ نام رکھنے کا مطلب ہی نہیں سمجھا سوشیلا؟ سوشیلا ہنسی روکتی ہوئی بولی میرے لڑکے کو شاعری سے بہت پریم ہے' ابھی سے کہ رہا ہے شاعر بنونگا۔ ٹینی سن کی ایک نظم اسے ازبر ہے' خوب جھوم جھوم کر کہتا ہے مگر صحیح تلفظ زبان سے ادا نہیں ہوتے۔ اسی لئے میں نے اس کا نام ٹینی سن رکھا ہے۔ ابھی تک "نام کرن" نہیں ہوا۔ اس لئے کوئی دوسرا نام نہیں رکھا ——

ٹینی سن نہایت خوبصورت اور معصوم بچہ تھا۔ اس کے علاوہ وہ سوشیلا کا لخت جگر تھا۔ سوشیلا پھل خریدنے چوک تک آئی تھی میں نے پوچھا کہاں رہتی ہو۔ بولی۔ زیادہ دور نہیں ذرا آجاؤ۔ سوشیلا نے ذرا جھینپ کر کہا۔ میں اسکے اکے پر بیٹھ گیا۔ ایسٹ روڈ پر سوشیلا نے ایکہ چھوڑ دیا اور بادشاہی منڈی کی ایک خستہ خراب گلی میں جانے لگی۔ آخر ایک چھوٹے سے دروازہ پر جا کر رک گئی۔ یہ ہمارا مکان ہے۔ سوشیلا نے کہا۔ مجھے مکان دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ تنگ گلی میں چھوٹا سا مکان چاروں طرف سے بلند عمارات سے گھرا ہوا۔ میں نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ سوشیلا کہاں رہتی ہو؟ سوشیلا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا بولی۔ اچھا ہے۔ اندر آجاؤ۔ بھیا رمیش تمہیں اپنے پتی سے واقف کرا دوں'

تمہیں دیکھ کر وہ بہت خوش ہونگے۔ میرا خون کھولنے لگا اور ایک لمحہ کے لئے میری روحانیت جوانی جذبہ کے زیر اثر بری طرح کچلی گئی —— پھر کسی دن آجاؤنگا۔ یہ کہکر میں لوٹ آیا۔ ایک دفعہ میں نے پھر کر دیکھا۔ سوشیلا دروازہ پر ابھی کھڑی تھی اور ٹینی سن میری طرف انگلی کئے ہوئے اپنی ماں سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

پہلے تو میں گاہے گاہے چوک میں جایا کرتا تھا۔ مگر اس دن سے روزانہ جانا معمول ہو گیا اس کے ایک مدت بعد تک پھر سوشیلا نہ ملی جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی قوت کشش سے اپنی طرف کھینچتا ہے اسی طرح سوشیلا مجھے اپنی طرف کھینچنے لگی۔ آخر ایکدن میں اس کے گھر چلا گیا۔ مکان گندہ اور گرد آلود تھا تاہم سوشیلا نے اسے نہایت خوش اسلوبی سے آراستہ کر رکھا تھا۔ سوشیلا کے پتی رام کمار بستر پر لیٹے ہوئے تھے' جسم حد سے زیادہ دبلا ہو چکا تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رام کمار تپ دق کے مریض ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ شاعری سے بہت پریم رکھتے ہیں۔ اور خصوصیت سے میری نظموں کو نہایت پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں۔ اس سے قبل اگرچہ وہ مجھے ذاتی طور پر نہیں جانتے تھے۔ تاہم میری نظمیں اکثر ان کی نظر سے گذرا کرتی تھیں بحیثیت شاعر دیکھ کر وہ مجھے بہت خوش ہوا! اور تکئے کے نیچے سے ایک سیاہ جلد کی کاپی نکالکر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے رام کمار کہنے لگے مسٹر رمیش یہ نظمیں سوشیلا کے تخیلات کا پرتو ہیں۔ میں نے اس کاپی کو لیکر ایک ورق الٹا۔ عنوان تھا۔ ایک مہجور دوشیزہ کا اس سے خطاب' میں اسے پڑھ کر ششدر رہ گیا۔ سوشیلا کام دھندے میں مشغول تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اب وہ پیشتر سے بھی زیادہ محجوب نظر آئی۔ میں نے اس کاپی کو اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ان نظموں کو ادبی رسالہ جات میں شائع کراؤنگا۔ یہ معمولی کاپی نہیں' ایک بیش قیمت ادبی خزینہ ہے' سوشیلا کا نام چاردانگ عالم میں مشہور ہو جائے گا۔ سوشیلا میرے نزدیک کھڑی تھی۔ میری بات پر مسکرائی مجھے کالج جانے کی جلدی تھی۔ اس لئے جلدی چلا آیا۔ راستہ بھر مجھ پر ایک روحانی کیفیت طاری رہی۔

سوشیلا کی ایک نظم مقامی ماہوار رسالہ میں چھپی' عنوان تھا' "شباب سے پہلے" سوشیلا نے کئی بار مطبوعہ نظم کو پڑھا اور ہر بار ایک روحانی لطف کا احساس کیا۔ ٹینی سن نے اسی نظم کو بھی چند دنوں میں ہی حفظ کر لیا۔ اسکے بعد سوشیلا کی کئی نظمیں متعدد رسائل میں بتدریج شائع ہوئیں۔ تھوڑے عرصہ میں ہی ادبی حلقہ میں سوشیلا کے تخیلات کی دھاک بیٹھ گئی۔ اب سوشیلا کو اپنے قلم پر ناز تھا اعتماد تھا مگر غرور کی چاشنی لئے ہوئے! —— کچھ دنوں بعد اچانک مجھے اطلاع ملی کہ رام کمار کی حالت خراب ہو گئی ہے میں دوڑا ہوا گیا مگر رام کمار جانبر نہ ہو سکے! سوشیلا کا دماغ چکرا گیا۔ تاریکی کے سوا اسکو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ میں نے ڈھارس دی! سوشیلا صبر اور ضبط سے کام لو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری زندگی بیکار ہو گئی ہے۔ دنیا کی کوئی دلچسپی تمہارے لئے باقی نہیں رہی۔

"تاہم تمہیں زندہ رہنا چاہیئے! سوشیلا نے آنکھیں اٹھائیں اور کہا۔ بھیا رمیش کس لئے زندہ رہوں؟ ننھے ٹینی سن کے لئے' میں نے کہا۔ اندھیرے میں روشنی دکھائی دی۔ سوشیلا کے آنسو تھم گئے! —— سوشیلا کے متعلق اب میرے خیالات قطعی پاک اور ہمدردی پر مبنی تھے۔ میں حتی الامکان اسے مغموم اور پریشان نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اسی طرح دن گذرنے لگے ننھا ٹینی سن اب دن بدن ہوشیار ہو رہا تھا۔ اور اسکے جسمانی قواء وقتی تغیر کے ساتھ ساتھ رنگینی پکڑ رہے تھے!

ایکدن مجھے گھر کی طرف سے تار ملا ماں سخت بیمار تھی۔ میں سوشیلا کو اطلاع دیکر گھر کی سمت پہلی ٹرین سے روانہ ہو گیا۔ اور سوشیلا کو خط بھی لکھنے کی ہدایت کر گیا —— پورے دو ماہ بعد اماں کی بیماری میں افاقہ ہوا۔ دل عجب طرح سے بے چین ہو اٹھا تھا ایک تو اس لئے کہ سوشیلا کی طرف سے مجھے کوئی خط نہ ملا تھا دوسرے بیماری کی وجہ سے شب و روز کی کاوش نے میرے مجتمع حواس

دلچسپ تاریخی مضمون

تاج محل

(خاص پارس کے لئے)

(از قلم جناب زاہد رضوی حیدر آباد - دکن)

شاہجہاں اور ممتاز محل کی لازوال محبت کی لافانی یادگار جو دریائے جمنا کے کنارے آباد ہے

ساڑھے سترہ سال تک بیس ہزار مزدور روزانہ کام کرتے رہے اور تیس گاؤں کی آمدنی صرف ہوتی رہی!

شاہجہان بادشاہ و ممتاز محل کے مختصر حالات

شاہ جہاں سلطنت مغلیہ کا پانچواں تاجدار تھا۔ ۱۶۲۷ء م ۱۰۳۷ھ کو جب جہانگیر بادشاہ نے دار فانی سے عدم کی راہ لی تو شاہجہان تخت شاہی پر رونق افروز ہوا۔ اس سلسلہ میں آصف خاں نے اپنے داماد شاہجہان کی بڑی مدد کی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آصف خاں نے ہی اسے تخت نشین کرایا۔ بڑے کروفر سے جشن تاجپوشی منائی گئی اور ممتاز محل کو انعامات کے علاوہ دس لاکھ روپیہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ اور شاہی مہر کی نگہبانی کا دستور غیر کیا گیا۔ دوسرے حقدار اور سپاہیوں کو بھی جشن کے موقع پر جو اشرفی سے مالا مال کیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہجہان بڑا عادل، اور رحمدل بادشاہ تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ نور جہاں اس کی بڑی دشمن ہے لیکن جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد اس نے نور جہاں کو ۱۲ لاکھ کا وظیفہ تاحیات مقرر کیا اور آخری وقت تک اس کا احترام کرتا رہا۔

ارجمند بانو بیگم آصف خاں طہرانی کی دختر تھی اس کا خاندان بڑا اعلیٰ تھا۔ ارجمند بانو بیگم کی ماں کا نام دیوانجی بیگم تھا۔ یہ ملکہ نور جہاں کی برادرزادہ اور مرزا غیاث طہرانی وزیر اعظم شہنشاہ جہانگیر کی پوتی تھی اس کا سن ولادت ۱۰۰۳ھ ہے۔ ۱۶۱۲ء م ۱۰۲۱ھ کو شاہجہان بادشاہ سے نسبت قرار پائی اور ۱۶۱۲ء م ۱۰۲۱ھ کو بروز جمعہ ماہ جمادی الثانی مرزا غیاث ملقب اعتماد الدولہ کے محل میں بڑی دھوم دھام اور کروفر کے ساتھ رسومات شادی ادا ہوئے۔ اس وقت شاہجہان کی عمر ۲۲ سال، ۷ ماہ ۱۳ دن تھی شادی کے موقع پر شہنشاہ جہانگیر نے خود اپنے بیٹے کے عمامہ پر اپنے دست مبارک سے موتیوں کا ہار باندھا اعتماد الدولہ کے مکان پر جاکر عقد میں شرکت کی اور پانچ لاکھ کا مہر قرار پانے کے بعد بہو پر زر وجواہر نثار کر کے ممتاز محل کا لقب عطا کیا۔ شاہجہان بادشاہ کو اپنی بیوی ممتاز محل سے آخری وقت تک بیحد محبت رہی۔ انکی محبت کا وہی عالم تھا جو شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں کا تھا۔ شاہجہان نے اپنی چہیتی ملکہ ممتاز محل کی ایک ایسی غیر فانی یادگار دنیا میں چھوڑی ہے۔ جو نہ صرف عجائبات عالم میں سے ایک ہے۔ بلکہ ان کی محبت کا ایک بہترین ثبوت ہے جس وقت تک تاج محل دنیا میں باقی ہے اس وقت تک اس کے کلس پر شاہجہان بادشاہ اور ممتاز محل کی محبت کا پرچم لہراتا رہیگا۔

ممتاز محل کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ملکہ نور جہاں سے حسن و خوبصورتی میں کم نہ تھی۔ یہ حسین شریف۔ رحمدل اور غریب پرور عورت تھی۔ اکثر بڑے بڑے خونی ملزموں کی امکانی کوشش کے ساتھ دعویداروں کو اپنا روپیہ وغیرہ دیکر رہا کروا دیتی تھی اپنے خاندان کی ہمیشہ ہمدرد رہتی تھی۔ بنی نوع انسان کی حقیقی محبت اس کے دل میں تھی۔ اٹھارہ سال عدل و انصاف کے ساتھ امور سلطنت کو انجام دینے کے بعد ۱۶۲۹ء م ۱۰۳۹ھ میں شاہ جہان کو دریوں کی شورش کو دفع کرنے کے لئے دکن کی مہم پر جانا پڑا تو ممتاز محل بھی باوجود حاملہ ہونے کے حسب عادت قدیم شاہی دورہ میں بادشاہ کے ساتھ گئیں۔

ممتاز محل کے آخری ایام اور موت

دوران سفر ہی میں ممتاز محل کو یکایک دردِ زہ پیدا ہوئے اور شکم سے بچہ کے رونے کی آواز سنائی دی جس سے وہ خوف زدہ ہو کر اس نے اپنی بڑی لڑکی جہاں آرا کے ذریعہ شاہجہان کو طلب کیا۔ شاہجہان نے ممتاز محل کو اسقدر پریشان اور بیہوش پاکر شاہی طبیبوں کو طلب کیا جن کی کوشش سے ملکہ کو ہوش آیا۔ زچگی ہونے کے کچھ دیر بعد ممتاز محل نے شاہجہان سے کہا کہ میں سنا کرتی تھی کہ جس عورت کے بطن میں بچہ روتا ہے وہ زندہ نہیں رہتی۔ چنانچہ اب میری بھی زندگی ختم ہوا چاہتی ہے آپ کا خدا حافظ! خدا کا شکر ہے کہ آپکو اس دنیا کی بادشاہی اور دنیا کی ساری نعمتیں میسر ہیں۔ مگر میری صرف دو خواہشیں ہیں اگر آپ پورا فرمائیں تو گوش گذار کروں۔ اس پر شاہجہان نے ان کو سنکر عمل کرنے کا وعدہ کیا جس پر ممتاز محل نے کہا میری خواہش صرف یہی ہے کہ میرے بطن سے بادشاہ کو خدا نے ۱۴ بچے عطا کئے ہیں جو شاہی نسل قائم رکھنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ اس لئے آپ دوسرا عقد نہ کریں ورنہ سلطنت میں جھگڑے ہونگے دوسری یہ کہ امکانی کوشش کے ساتھ میرا مقبرہ لافانی تعمیر کروایا جائے۔ شاہجہان نے ان دونوں کو بسر و چشم منظور کیا۔ اس کے بعد چند ہی لمحے گذرے تھے کہ ممتاز محل نے آیات قرآنی پڑھتے ہوئے ایک آخری سانس لی اور اس دار فانی سے عدم کی راہ لی۔ اس دلخراش منظر کو دیکھکر شاہجہان بادشاہ کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور وہ فرط غم سے بیہوش ہوگئے ہوش آنے کے بعد نعش کو محفوظ رکھوا کر مہم پر روانہ ہوگئے۔ اور چھ ماہ بعد دکن سے واپس ہوتے ہوئے ممتاز محل کی نعش کو شہزادہ شجاع اور حرم کی کچھ عورتوں کے ساتھ آگرہ لایا گیا اور ۱۵ جمادی الاول ۱۶۳۱ء م ۱۰۴۱ھ کو موجودہ تاج محل کے صحن میں مقبرہ تیار ہونے تک محفوظ کر دیا گیا۔

شاہجہان بادشاہ کی اولاد ممتاز محل کے بطن سے

نمبر شمار	نام	سن ولادت	سن وفات
۱	حور النساء بیگم	۱۶۱۳ء م ۱۰۲۲ھ	۱۶۱۵ء م ۱۰۲۵ھ
۲	جہاں آرا بیگم	۱۶۱۳ء م ۱۰۲۳ھ	۱۶۸۱ء م ۱۰۹۲ھ
۳	محمد دارا شکوہ	۱۶۱۴ء م ۱۰۲۴ھ	۱۶۵۹ء م ۱۰۶۹ھ
۴	محمد شاہ شجاع	۱۶۱۵ء م ۱۰۲۵ھ	۱۶۶۰ء م ۱۰۷۱ھ
۵	روشن آرا بیگم	۱۶۱۶ء م ۱۰۲۶ھ	۱۶۷۱ء م ۱۰۸۱ھ
۶	اورنگ زیب (عالمگیر)	۱۶۱۷ء م ۱۰۲۷ھ	م ۱۱۱۹ھ
۷	امید بخش	۱۶۱۹ء م ۱۰۲۹ھ	۱۶۲۱ء م ۱۰۳۰ھ
۸	ثریا بانو بیگم	۱۶۲۰ء م ۱۰۳۰ھ	۱۶۲۷ء م ۱۰۳۷ھ
۹	ایک لڑکا (جو چند دنوں میں مرگیا)	۱۶۲۲ء م ۱۰۳۲ھ	۱۶۲۲ء م ۱۰۳۲ھ
۱۰	مراد بخش	۱۶۲۳ء م ۱۰۳۳ھ	۱۶۲۷ء م ۱۰۳۷ھ
۱۱	لطف اللہ	۱۶۲۶ء م ۱۰۳۶ھ	۱۶۲۷ء م ۱۰۳۷ھ
۱۲	دولت افزا (جو چند ماہ میں مرگئی)	۱۶۲۸ء م ۱۰۳۸ھ	۱۶۲۹ء م ۱۰۳۹ھ
۱۳	حسینہ قدسیہ (جو چند ماہ میں مرگئی)	۱۶۲۹ء م ۱۰۳۹ھ	۱۶۲۹ء م ۱۰۳۹ھ
۱۴	گوہر آرا بیگم (یا دہر آرا بیگم)	۱۶۳۰ء م ۱۰۴۰ھ	اسکا سن وفات تاریخ میں نہیں

تاج محل کے لئے مقام کا انتخاب

بیان کیا جاتا ہے کہ موجودہ تاج محل کی جگہ پہلے راجہ مان سنگھ کا باغ تھا اس کے اطراف ساری زمین بھی راجہ مان سنگھ ہی کی ملکیت تھی شاہجہان بادشاہ نے اس مقام کو تاج محل کے لئے انتخاب کر کے راجہ کو اس باغ اور زمین کے عوض دوسری زمین اور باغ دیکر اس کی رضامندی حاصل کیا اور دور دراز سے کاریگروں۔ جواہرات۔ نقشہ نویس اور پتھر فراہم کرکے فرمان شاہی جاری کئے اس اعلان کے ہوتے ہی کئی ایک نقشہ نویسوں نے نقشے تیار کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جن میں موجودہ تاج محل کا بھی نقشہ تھا (موجودہ تاج محل دراصل ہمایوں بادشاہ کے مقبرہ کی بہتر شدہ عمارت ہے) جسکو بادشاہ نے بہت پسند کیا اور ویسا ہی تاج محل تیار کرنے کا حکم دیا جب وہ بیحد پسند آیا تو اصل عمارت تاج محل کی تیاریاں شروع ہوگئیں دور دراز مقامات سے سامان مہیا ہونا شروع ہوا علاوہ ازیں طرح طرح کا سامان مہیا ہونا شروع ہوا علاوہ ازیں طرح طرح کا سامان اور شخص بھی اس عمارت کے لئے بادشاہ کی خدمت میں آنے لگا اور مکرمت خاں و میر عبدالکریم مہتمم محکمہ عمارات شاہی کی خاص نگرانی میں ۱۰۴۱ھ م ۱۶۳۱ء کو کام شروع ہوگیا اور روزانہ بیس ہزار کے قریب کاریگر و مزدور کام کرنے لگے۔ ان کاریگروں میں خاص اور اعلیٰ کام کرنے والوں کی فہرست حسب ذیل ہے اس فہرست میں کاریگروں کے نام جائے سکونت۔ خدمت اور تنخواہ بھی درج ہے

فہرست اعلیٰ کاریگران تاج محل

نمبر شمار	نام کاریگر	خدمت	وطن	ماہانہ تنخواہ
۱	محمد عیسیٰ آفندی	نقشہ نویس	روم	ایک ہزار
۲	محمد شریف	"	سمرقند	"
۳	استاد ستار خاں	خوشنویس	روم	"

۴	عبدالغفار	خوشنویس	ملتان	چھ سو
۵	محمد کاظم	"	طہران	"
۶	محمد خان	"	بغداد	پانچ سو
۷	محمد ایوب	"	بیت المقدس (شام)	چار سو
۸	امانت خاں	طغرے نویس	شیراز	آٹھ سو
۹	قادر زمان خاں	ہر فن کامل	عرب	"
۱۰	محمد حنیف	کارفرما کاریگراں	اکبرآباد	ایک ہزار
۱۱	بلدیو داس	گل تراش	ملتان	چھ سو
۱۲	امیر علی	"	"	"
۱۳	شکر اللہ	"	"	چار سو
۱۴	عطا محمد	"	بخارا	پانچ سو
۱۵	شاکر محمد	"	"	چار سو
۱۶	محمد سجاد	معمار	بلخ	پانچ نوے
۱۷	محمد صدیق	"	دہلی	پانچ سو
۱۸	ابوتراب	"	ملتان	"
۱۹	اسمٰعیل خان	گنبد ساز	روم	"
۲۰	کاظم خاں	کلس ساز	لاہور	دوسو پچانوے
۲۱	موہن لال	پچیکار	قنوج	دوسو
۲۲	منوہر سنگھ	"	لاہور	"
۲۳	مادھو رام	"	"	دوسو پچانوے
۲۴	منو لال	"	"	چھ سو
۲۵	عبداللہ	"	دہلی	چھ سو اسی
۲۶	بشارت علی	"	"	چھ سو تیس
۲۷	محمد یوسف	"	"	چھ سو
۲۸	ابو یوسف	"	"	پانچ سو
۲۹	بھگوان داس	"	ملتان	چھ سو ساٹھ
۳۰	چھوٹے لال	"	"	چھ سو
۳۱	چھومر لال	"	"	"
۳۲	شیو جی لال	"	"	دوسو پچانوے
۳۳	منوہر داس	"	"	"
۳۴	مفتامن	"	"	دوسو باون
۳۵	بنسی دھر	"	"	"
۳۶	ہیرامن	"	"	دوسو بیالیس

شاہ جہاں کا سلوک تاج محل کے کاریگروں کے ساتھ

بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ جہان بادشاہ نے اپنی حکومت یا بادشاہی کے زور سے کسی کو تاج محل کی تعمیر کے سلسلہ میں مجبور نہیں کیا۔ اور نہ کسی مزدور یا کاریگر کو جبراً بلوا کر کام لیا خواہ وہ بڑا کاریگر ہو یا مزدور۔ اسکی مزدوری میں کبھی ایک پیسہ بھی کم نہیں دیا۔ تاج محل کی تعمیر کے لئے اس نے تیس گاؤں کی آمدنی کو وقف کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان ۳۰ گاؤں کی سالانہ آمدنی تیس لاکھ تھی جو تاج محل کی تعمیر کے اختتام تک برابر کاریگروں اور مزدوروں کی مزدوری پر خرچ ہوتی رہی۔ میں نے شروع میں لکھا تھا کہ تاج محل کے لئے شاہجہان بادشاہ کو دور دراز ملکوں سے تحفے اور نذرانہ آئے تھے۔ قیمتی نایاب پتھر۔ جواہرات وغیرہ غیر ولایتوں اور ہندوستان کے ہر حصہ سے جو چیزیں وصول ہوئی تھیں۔ تحفہ جات اور انعام تقسیم کئے گئے اور بھیجے گئے۔ اس کے علاوہ خاص بات یہ ہے کہ شاہجہان بادشاہ نے تاج محل کی تعمیر کے سلسلہ میں شاہی خزانہ سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ بلکہ صرف انہی تیس گاؤں کی آمدنی سے معمار۔ کاریگر اور مزدوروں کو مزدوری دیکر تیار کروایا۔

اسمائے سنگ جو تاج محل کے لئے فراہم کئے گئے

اسم سنگ	حاصل شدہ مقام	اسم سنگ	حاصل شدہ مقام
عقیق	بغداد	مونگا	دریائے شور
گودر	گوالیار	سماق	عرب
مرمر	مکرانہ	لاجورد	لنکا
فیروزہ	تبت	سنگھو	سمندر
سیپ	سمندر	نیونیہ	نامعلوم
طلائی	نامعلوم	بادل	سمندر
موسے	تھاڑی	کھپراج	"
بانسی	تانت پور ضلع آگرہ	رخسام	تھاڑی
سنخود	سیکڑہ	گلابی	تانت پور ضلع آگرہ
مقناطیس	گوالیار	جدوار	"
تانبڑا	دریائے گنگا	یشب	کہماج
ابری	گوالیار	عوری	"
دہانہ فرنگ	کابل	بہتی	یمن
لاجورد	"	پائے زہر	کوہ کمایوں
خارا	دریائے جمنا	نیلم	شہر صورت
ہیرا	نامعلوم	یاقوت	"
بلور	"	عجوبہ	"
تیکھنی	بلخ	لسنیا	دریائے نیل

علاوہ مذکورہ بالا سنگ کے تاج محل کے لئے مختلف مقامات سے شیشم۔ صندل۔ سال اور آبنوس وغیرہ لکڑی فراہم کی گئی۔

تاج محل اور اس کا محل وقوع

تاج محل دریائے جمنا کے کنارے شہر آگرہ اور قلعہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس کا محل وقوع اسقدر موزوں ہے کہ شہر آگرہ کے اکثر اونچے مقامات سے نظر آتا ہے شاید ہی ایسی قبر کسی اور کی ہو۔ یہ ایک ایسی عالیشان اور غیر فانی یادگار ہے جسکا شمار عجائبات عالم میں کیا جاتا ہے۔ اس مقبرہ کی پوری عمارت خالص سنگ مرمر کی ہے جسمیں سنوت کا کام اور بہ تمام کے قیمتی پتھروں کی پچیکاری ہے اس کے ہر رخ دوہرے زینے بنے ہوئے ہیں۔ مقبرہ کا چبوترا ۳۲۸ مربع فٹ ۳ انچ ہے ہر دو زینوں میں بائیس بائیس سیڑھیاں ہیں۔ مقبرہ کے چبوترہ کی بلندی ۲۰ فٹ ہے جس پر کٹہرا لگا ہوا ہے اس کٹہرے کے نیچے پرنالوں کی قطار لگی ہوئی ہے مقبرہ کے چاروں کونوں پر چار مینار ہیں۔ روضہ کی سطح باغ سے محراب کی نوک تک ۹۰ فٹ کے قریب ہے اور اوپر کا چھت قریباً ۱۱۴ فٹ ہے گنبد کی ٹیٹی تک ۱۹۲۲ فٹ گنبد کی چوٹی کلس کے نیچے تک ½۲۱۳ فٹ کلس سے چوٹی تک بلندی ۲۴۳ فٹ۔ پیمائش میناروں کی سطح باغ سے سرخ سنگین چبوترہ تک ۴ فٹ باغ کی سطح سے سنگ مرمر کے فرش تک ½۲۲ فٹ۔ سطح باغ سے میناروں کی چوٹی تک ۱۳۷ فٹ اور کلس تک ½۱۶۲ فٹ ہے۔ تاج محل دریائے جمنا کی سطح سے ۲۷۰ فٹ بلند ہے۔

تاج محل کے ہر مینار کا چبوترہ ہشت پہلو ہے۔ جن کا دور ۴۴ فٹ کا ہے مینار کی پہلی منزل کی بلندی ۳۹ فٹ اور پہلے زینے کی سیڑھیاں ۱۵ ہیں دوسری منزل کی بلندی ½۳۸ فٹ اور ۴۹ سیڑھیاں ہیں تیسری منزل کی بلندی ۲۵ فٹ ہے صحن باغ سے چوٹی تک مینار ۱۶۲ فٹ بلند ہے سنگ مرمر کے چبوترہ کے فرش سے بڑے در کی پیشانی (جس سے داخل ہوتے ہیں) کے کنگرے تک ½۹۲ فٹ بلند ہے۔ چبوترے سے عمارت مقبرہ ½۴ فٹ بلندی پر ہے اس کے چار بڑے ضلاع ہیں اور چار چھوٹے۔ بڑے ضلاع میں سے ہر ضلع ۱۳۹ فٹ ہے ہر چھوٹا ضلع ۳۳ فٹ بلند ہے علاوہ ازیں ہر بڑے ضلع میں ایک بڑا در ہے اس در میں ایک چھوٹے در کی محراب ہے جسکو پیش طاق کہتے ہیں دونوں کی پیشانی اور پہلوؤں پر سورۃ "یٰسین" جلی خط میں سنگ مرمر میں سنگ موسے سے کندہ ہے۔

دروازہ صدر پر جنوبی رخ "سورۃ یٰسین و قرآن مجید" سے شروع اور متعدد یا ۲۲ پارے ختم تک کندہ ہے مغربی رخ مسجد کی سمت ۲۳ پارہ سے شروع ہو کر شارع الی الحسین تک ختم ہوا ہے مشرقی سمت تسبیح خانہ کی طرف ولنا عالیتم سے ترجعون تک پوری سورت ختم کندہ ہے شمالی سمت جنارخ واذا قیلا لہم سے فانی یبصرون تک کندہ ہے۔

محلہ شہر ممتاز آباد

۱۰۴۱ھ کے آخر سے تاج محل کی تعمیر شروع ہوئی تھی جو ۱۰۵۸ھ میں پائے تکمیل کو پہنچی۔ بیان کیا جاتا ہے اس سترہ سال چھ ماہ کے دوران میں روزانہ بیس ہزار افراد تاج محل کا کام انجام دیا کرتے تھے۔ کاریگروں اور مزدوروں کی کثیر تعداد ہونے کی وجہ سے احاطہ عمارت تاج محل کے قریب ایک چھوٹا سا شہر آباد ہو گیا تھا جس کا نام ممتاز آباد تھا۔ اس شہر میں چھوٹے چھوٹے محلے بھی آباد ہو گئے تھے۔ بعد میں چلکر یہ شہر "ممتاز آباد" سے "تاج گنج" ہو گیا اور اب بھی تاج گنج ہی کے نام سے

موسم بہار
راوی کا کنارا ــــ تھرکتی ہوئی چاندنی ــــ ناچتی ہوئی ہوا
پپیہا بیتاب ہو کر پیہو ــ پیہو پکارنے لگا
دو دھڑکتے ہوئے دل ہم آغوش ہو گئے۔ ہونٹوں نے بڑھ کر استقبال کیا۔ کائنات پر مستی چھا گئی!
مصوّر اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھ کر پھڑک اٹھا۔ اور اس دلفریب منظر کو
سیلولائیڈ پر منقش کر دیا
ایسے ایسے مناظر
جو ڈھلتی ہوئی شام اور انگڑائی لیتی ہوئی صبح سے زیادہ دلکش ہیں دیکھنے کے لئے
جے۔این مہیشوری کی قابل فخر پیشکش
راوی پار
(پنجابی)
کا
انتظار کریں!
ہدایت کار:۔ شنکر مہتہ
اداکاران:۔ راگنی۔ وینا۔ نارنگ۔ سلیم رضا وغیرہ
بکنگ و دیگر تفاصیل کے لئے لکھئے:۔
جے۔این مہیشوری پروڈکشنز میکلوڈ روڈ لاہور
صدر دفتر:۔ امرتسر

پنجاب کی صنعت فلمسازی میں صوبے کے کامیاب اور نامور تاجر سیٹھ جگن ناتھ مہیشوری کی شرکت

ان کی پہلی پیشکش "راوی پار" (پنجابی) جس پر روپیہ اور محنت بے دریغ صرف کیے جا رہے ہیں

بلند پایہ افسانہ — جدت طراز ڈائریکشن — وجد آور موسیقی — بہترین اندازِ پیشکش — روح پرور نغمات — دلکش مناظر

یہ امر عجیب سرخوشی ہے کہ صنعت فلمسازی اب پنجاب میں اپنے قدم جما چکی ہے۔ اس وقت نہ صرف نصف درجن کے قریب کامیاب فلم کمپنیاں زور شور سے اپنی فلموں کی تیاری میں مصروف ہیں۔ بلکہ پنجاب کے سرکردہ تاجر اور سرمایہ داروں کی توجہ بھی اس جانب ہو رہی ہے۔ جس کے باعث یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اب پنجاب میں صنعت کی بنیادیں اس قدر مضبوط ہو رہی ہیں کہ اس پر ایک نہایت ہی عالی شان محل تعمیر کیا جا سکے۔ اس ضمن میں ہمیں یہ اعلان کرتے ہوئے بھاری مسرت ہوتی ہے کہ امرتسر کے مشہور تاجر سیٹھ جگن ناتھ مہیشوری پچھلے کچھ عرصہ سے اس لائن میں قدم رکھ چکے ہیں اور وہ پنجاب کی صنعت کو بمبئی کی سطح پر لانے کے لئے عزم صمیم کر چکے ہیں اب ایسے تجربہ کار۔ بیدار مغز اور کامیاب بیوپاری کی صنعت میں شمولیت ایک نیک ساعت سمجھنی چاہئے اور صنعت اس پر جتنا بھی فخر کرے اتنا ہی کم ہے سیٹھ صاحب کی اولین پیشکش "راوی پار" (پنجابی) ان دنوں ڈائرکٹر شنکر مہتہ کی نگرانی میں نارورن انڈیا سٹوڈیوز میں زیر تکمیل ہے۔ فلم تین چوتھائی کے قریب تیار ہو چکی ہے اور پنجاب کے کونے کونے میں اس کا بے تابی سے انتظار کیا جا رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب "راوی پار" کی نمائش کے بعد سیٹھ مہیشوری کا نام جس طرح آجکل پنجاب کے سرکردہ بیوپاریوں میں ہے۔ پنجاب کے سرکردہ پروڈیوسروں میں ہونے لگے گا اپنی اس پہلی پنجابی پیشکش کے بعد آپ ہندوستانی فلموں کا وسیع پروگرام طے کئے ہوئے ہیں چنانچہ ان کی اگلی فلم کی ابتدائی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ اور اس ضمن میں بہت جلد اعلان ہونے والا ہے۔

آج تک جس قدر پنجابی فلمیں تیار ہوئی ہیں۔ ان میں سے بہت کم ایسی ہیں۔ جو افسانہ کے لحاظ سے بلند کہی جا سکیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پنجابی میں آج تک جو سوشل فلمیں تیار کی گئی ہیں ان کی تعداد انگلیوں پہ گنی جا سکتی ہے راوی پار ایک سوشل فلم ہو گی اور وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا افسانہ آج تک تیار شدہ تمام پنجابی فلموں سے زیادہ دلچسپ اور زیادہ بلند ہوگا۔ اس کے مصنف دو تین بیدار مغز اور جدید خیال اصحاب ہیں۔ بیشتر فلمی افسانہ نگار محض اگلے ہوئے جذبات اور بوسیدہ خیالات کو بار بار پیش کر کے صنعت میں جو تنگدلی پیدا کر رہے ہیں۔ "راوی پار" کا افسانہ اسے تار تار کر کے رکھ دیگا۔ اس میں آپ کو زندہ خیالات ملیں گے۔ اور ایسے ایسے کردار ملیں گے۔ جو ہماری تمہاری زندگی کی عام یادداشت میں آتے رہتے ہیں۔ تصنع اور محض ڈرامائی جذبات کو اکٹھا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بلکہ زندگی کے صحیح ڈرامہ کو جس کا ہر انسان ایک زندہ کیرکٹر ہے۔ ایک پر لطف اور قابل تعریف انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اور ہمارا یقین ہے کہ فلم دیکھنے کے بعد آپ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ عام پنجابی فلموں میں اس قسم کے بلند افسانہ کی توقع ہی نہیں ہو سکتی۔

"راوی پار" کی ڈائرکشن کے فرائض مسٹر شنکر مہتہ کے تجربہ کار ہاتھوں میں ہیں۔ مسٹر مہتہ ان دنوں راوی پار پر دن رات ایک کر رہے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہے کہ جہاں ان کی فلم عوام میں مقبولیت حاصل کر سکے وہاں خواص بھی اسے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھیں۔ آج تک تیار شدہ پنجابی فلموں کو سوسائٹی میں قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا۔ مگر شنکر مہتہ یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ پنجابی زبان میں بھی بلند پایہ فلم بن سکتی ہے ان کی ہدایت کارانہ اور فنکارانہ قابلیت میں کسی کو شبہ نہیں صرف بہتر فضا اور موزوں افسانہ کی کمی تھی سو وہ پوری ہو گئی ہے اور تماشائی راوی پار میں ان کی بہترین قابلیت اور جوہر ملاحظہ کر سکے گی۔

راوی پار کے مکالمے خاص طور پر شستہ ہیں۔ یہ زباندانی کے لحاظ سے پنجابی فلموں میں ایک انقلاب لانے والے ہوں گے۔ آج تک پنجابی فلموں میں محض بدحواسیاں پیدا کر کے یا ذو معنی فقرات استعمال کر کے ان کو مذاق سلیم پر بار بنایا جاتا رہا ہے۔ مگر راوی پار کے مکالمو کے متعلق بلا شک و شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس قسم کی لغویات سے پاک ہوں گے فحش اور ذو معنی محاوروں کی بجائے اس میں آپ کو اچھے لوگوں کا شستہ مذاق ملے گا۔ جو نازک خیال اور لطیف مزاح کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

گیتوں کے سلسلے میں ان کے مصنف مسٹر بسمل کا نام ہی اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ وہ ہر لحاظ سے بلند اور بامعنی ہوں گے اور اس پر موسیقی سونے پہ سہاگہ کی مثال سمجھئے۔ پنجابی کی وہ وہ طرزیں باندھی گئی ہیں۔ کہ وہ ہر فلم دیکھنے والے کو گویا بنا دیں گی۔ راوی پار کی موسیقی اس نغمہ سرائی کی ترجمان ہے جو انسان کے دل آواز اور فطرت کی خوبصورتی کا راز ہے۔ جیسے تھکے ہوئے کسان سے لے کر کبھی نہ تھکنے والے دریا کی روانی تک سب گاتے ہیں۔ اس کے کردار گیت گاتے ہیں۔ لیکن بے موقعہ نہیں اور نہ ہی کسی فلمی خامی کو چھپانے کے لئے بلکہ وہ گاتے ہیں۔ مطلوبہ فضا کو قائم رکھنے کے لئے۔ قدرتی طور پر اس قسم کی موسیقی ہر سننے والے کو وجد میں لائے گی۔

بمبئی اور کلکتہ کی فلم کمپنیاں اگر آج تک پنجاب پر محض اس لئے فوقیت جتاتی ہیں کہ ان کا آرٹ بلند ہے یا ان کا ٹیکنیک قیمتی ہے۔ تو راوی پار کا انداز پیشکش ان کے اس دعویٰ کو باطل کر دے گا۔ بلند پایہ افسانہ اور نغمات کی خوبصورتی کے بعد راوی پار کی ڈائرکشن اور ٹیکنیک اس کے امتیازی فلم ہونے کی خاص وجہ ہو گی۔ اس کی عکاسی پردہ پر اصلی روشنیاں پیش کرے گی۔ اور صدا بندی دل کی دھڑکن تک کو بھی گوش گذار کرنے سے قاصر نظر نہ آئے گی۔ ماہرین کی خدمات ان تمام اہم شعبوں کے لئے حاصل کی گئی ہیں۔ اور وہ اپنے وسیع تجربہ اور خداداد قابلیت سے راوی پار کو درجہ تکمیل تک پہنچانے میں دن رات کوشاں ہیں۔

جہاں تک اداکاروں کا تعلق ہے۔ "راوی پار" کو بہترین پنجابی فلمسٹاروں کے تعاون کا فخر حاصل ہے۔ لیڈنگ رول پنجاب کا حسین ترین فلمی جوڑہ نارنگ اور راگنی ادا کر رہے ہیں۔ ہر دو فلمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ راوی پار میں دونوں ایک بالکل نئے انداز اور نئے رنگ میں جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک نیا چہرہ دینا بھی ہے جس کے سپرد ایک اہم کردار ہے۔ جن لوگوں نے اسے سیٹ پہ کام کرتے دیکھا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ پردہ پر آتے ہی ایک ہنگامہ بپا کر دے گی۔ حسین صورت کے ساتھ اسے گلا بھی پر نور ملا ہے ان کے علاوہ گل بکاولی کا ہیرو سلیم رضا بھی ہے۔ اور ان سب کے ساتھ تجربہ کار اور منجھے ہوئے اداکاروں کی ٹیم ہے۔ جن میں سے ایک ایک اپنے کام کو پوری محنت اور جد و جہد کے ساتھ سرانجام دے رہا ہے۔ لہذا امید کی جاتی ہے کہ راوی پار ہر لحاظ سے پنجابی فلموں کی دنیا میں ایک خوشگوار انقلاب لانے والی ثابت ہو گی ۔

دو بھائیوں کی ایک درد انگیز کہانی

سوگندھ

نیو تھیٹرز کے مشہور
فسانہ نگار
بنے چیٹرجی کے قلم سے

بابن گھر کے کنبہ میں چار افراد تھے۔ وہ خود اس کی بیوی اور دو لڑکے کمار اور اروں۔ کمار کلکتہ میں تعلیم پاتا تھا۔ اور اس کا چھوٹا بھائی اروں اپنے گاؤں کے سکول میں پڑھتا تھا۔ اروں بڑا خوش مذاق اور شرارتی تھا۔ اور سکول کی کتابوں کا کیڑا بننے کی بجائے اسے اپنی ہم عمر لڑکی شانتی سے کھیلنا کودنا زیادہ پسند تھا۔

شانتی کا باپ نیلمبران کے پڑوس میں ہی رہتا تھا۔ لیکن ان دونوں گھرانوں میں پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔ نیلمبر اس چیز کو بہت بُرا مانتا تھا کہ اس کی لڑکی شانتی اس کے دشمنوں کے لڑکے اروں سے کھیلے۔ لہٰذا شانتی اور اروں کو کھیلنے کودنے اور ایک دوسرے سے ملنے جلنے کے لئے طرح طرح کے ڈھنگ اور بہانے تلاش کرنے پڑتے۔

بابن شروع میں تو بالکل غریب تھا لیکن محنت مزدوری سے ترقی کر گیا تھا۔ گاؤں میں اس کی آٹے دال کی دکان تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اروں بھی اس کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ لڑکا تعلیم حاصل نہیں کر سکے گا۔ لیکن اروں کی ماں اس کے خلاف تھی چنانچہ اس نے اس چیز کو بے انصافی قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ کمار تو کالج کی زندگی کے مزے اڑائے اور اروں گاؤں کی دکان میں پڑا سڑا کرے۔ لہٰذا بابن اپنی اس تجویز پر زور تو نہ دے سکا لیکن اسے دلی کوفت ضرور ہوئی۔ اس کی صحت پہلے ہی خراب تھی۔ کمزوری قلب اور خون کا دباؤ اسے اکثر آ دباتا تھا اور اسپر نیلمبر کی تلخ باتیں اور طعنے اسے اور بھی تنگ کرتے تھے۔ اس کے ساتھ اسے یہ خیال بھی گھن کی طرح کھائے جا رہا تھا کہ اگر اچانک اس کی موت واقع ہو گئی تو اس کے گھر بار اور کاروبار کو کون سنبھالے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیمار پڑ گیا۔

کمار کالج سے گھر آیا تاکہ بیمار باپ کی خبر گیری کرے اس نے تمام حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے باپ کو یقین دلایا کہ وہ اس کے بعد گھر بار اور کاروبار کی پوری طرح نگرانی کریگا وہ ایک نیک اور سعادتمند لڑکا تھا اور اسنے اپنے مرتے ہوئے باپ سے جو عہد کیا مرنے والا اسپر یقین کر کے اطمینان کی موت مرا۔

باپ کی موت کے بعد کمار نے کالج چھوڑ دیا اور گھر آ کر نہ صرف سب کام سنبھال لیا بلکہ اروں کی تعلیم وغیرہ کی بھی نگرانی کرنے لگا۔

کلکتہ کے قیام کے دوران میں کمار کی پروفیسر تکشمی داس کی اعلےٰ تعلیم یافتہ لڑکی بردا سے دلی محبت ہو گئی تھی ان کو ملنے والے سب لوگوں کو یہی خیال تھا کہ ان دونوں کی جلدی شادی ہو جائیگی۔ لیکن بردا یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ ایک دیہاتی دکاندار اس کا دولہا بنے لہٰذا کمار کا یہ رومان بھی دب گیا۔

لیکن کمار نے اپنے باپ کے آخری وقت جو عہد کیا تھا۔ وہ اس پر قائم رہنا چاہتا تھا اور اس قسم کی چیزیں اسے اس راستہ سے ہٹا نہیں سکتی تھیں۔ یہ اسی کی توجہات اور نگرانی کا نتیجہ تھا کہ اروں نے میٹرک پاس کر لیا اور وظیفہ بھی حاصل کیا۔ اور اس دوران میں کمار کی صلح کل طبیعت نے نیلمبر کے ساتھ بھی دوستانہ پیدا کر لیا اور برسوں کی دشمنی ختم ہو گئی۔ اور اسے شانتی کی اروں سے نسبت پر بھی رضامند کر لیا۔ اور اب اس کی خواہش یہ تھی کہ وہ تو بدقسمتی سے اعلےٰ تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ اروں کو ضرور کالج میں داخل کرے چنانچہ اسے کلکتہ بھیج دیا گیا۔

اروں کلکتہ جا کر قدرے گھبرا سا گیا کیونکہ ہر بات پر اس کا مضحکہ اڑتا تھا۔ لیکن اس کے کمرے میں رہنے والے دوسرے لڑکے بلاتش نے اس کی ڈھارس بندھائی۔ اور شہر کی [illegible] سے واقف کرایا بلکہ اسے مشہور رقاصہ گن سندری سے بھی متعارف کرایا جس پر سارا شہر جان دیتا تھا۔ اروں بھی اس کے حسین جال میں پھنس کر رہ گیا۔ اسے اب معلوم ہوا کہ عورت اس قدر خوبصورت اور دلکش بھی ہو سکتی ہے اب اس کی شامیں اس کے ہاں ہی بسر ہونے لگیں گن سندری اپنی عمر کا بہترین حصہ کھو چکی تھی۔ اور جوانی کے آخری ایام میں وہ ایک سنجیدہ عورت بن کر رہ گئی تھی۔ بے شمار نوجوانوں کے دل توڑنے اور زندگیاں تباہ کرنے کے بعد اب وہ اروں کو دل و جان سے چاہنے لگی تھی۔ اس کی محبت عشق کی حد تک پہنچتی جا رہی تھی۔ اور وہ ایسا محسوس کرتی تھی جیسے اروں ہی ایک ایسا مرد ہے جس نے سب سے پہلی بار سچے دل سے محبت کی ہے۔ اور اس کا محبت کا بھوکا دل اس کے قدموں میں آ رہا۔

بُری خبریں تیز رفتاری سے پھیلتی ہیں۔ کمار کو بہت جلد پتہ چل گیا کہ اروں شہر میں ایک عورت کی محبت میں بُری طرح گرفتار ہو گیا ہے۔ ماں پہلے ہی بیمار تھی یہ خبر سنکر اسے اور بھی صدمہ ہوا۔ اروں کو تار دیا گیا کہ وہ جلد از جلد گھر چلا آئے لیکن تار ہفتہ بھر تک ہوسٹل میں اس کا انتظار کرتا رہا اور وہ گن سندری کی عشرتگاہ میں بدمست پڑا رہا۔ اور جب وہ گھر پہنچا تو اس کی ماں اس دنیا سے چل چکی تھی۔ کمار کے دریافت کرنے پر اروں نے اپنی شہری محبت سے بالکل لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا یہ صرف دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوائیاں ہیں۔ لیکن وہ زیادہ دیر گھر نہ ٹھہر سکا۔ اس کا دل تو گن سندری کی زلفوں میں پھنس کر رہ گیا تھا لہٰذا وہ فوراً ہی واپس کلکتہ چلا آیا۔

واپس آ کر اس نے دیکھا کہ گن سندری بالکل بدل چکی ہے۔ اور وہ پھر پہلے کی طرح [illegible] گرم کئے ہوئے تھے۔ دراصل وہ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ عرصہ دراز کرنے کے بعد اب وہ ایک گھریلو زندگی بسر نہیں کر سکتی تھی اس نے یہ بیہودہ زندگی اختیار کرنے کو ہی [illegible]

عمر تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا مسلماں ہونگے

گن سندری نے اپنے خیالات کو چھپا نہیں رکھا بلکہ اروں کو واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ جب سوسائٹی اس کے پچھلے گناہ بخشنے کو تیار نہیں تو وہ ان سے توبہ کرنے کی تکلیف کیوں کرے اس نے اروں کو یہ بھی نصیحت کی کہ وہ واپس گاؤں چلا جائے اور اس کے پاس دوبارہ آنے کی تکلیف نہ کرے۔

اروں یہ سنکر پاگل سا ہو گیا۔ چند ہی دنوں میں اسے معلوم ہو گیا کہ گن سندری کا ایک پرانا عاشق ان دنوں اس کی عشرتگاہ کی مستیاں لوٹ رہا ہے۔ انتقام کی خوفناک آگ اس کے سینہ میں جل اٹھی ایک بھرا ہوا ریوالور لے کر وہ گن سندری کے مکان پر پہنچا۔ تاکہ اس کا اور اس کے عاشق دونوں سے نپٹ لے۔

یہاں ڈرامہ عروج پر پہنچ جاتا ہے اروں نے گن سندری سے کس طرح بدلہ لیا۔ اور کمار نے وہ سوگندھ کیسے پوری کی جو اس نے اپنے بوڑھے باپ کے مرتے وقت کھائی تھی یہ آنسوؤں اور خون کی کہانی ہے۔ اور وہ ٹریجک مناظر پیش کرتی ہے جنہیں کاغذ کی بجائے پردہ سیمیں پر زیادہ اچھی طرح پیش کیا جا سکتا ہے۔ نیو تھیٹرز نے یہ ڈرامہ سوگندھ نامی فلم میں پیش کیا ہے۔ جو ان دنوں تیاج اور امپیریل کے دنوں میں شمالی ہند کے بڑے بڑے شہروں میں ریلیز ہو رہا ہے۔

ضیا فتح آبادی کے بیس شعر

(منتخبہ حضرت مظلوم کنتھلوی)

کافر بنا دیا کہ مسلماں بنا دیا
فطرت کا شکر کہ تجھے انساں بنا دیا

بجلیوں نے دیا آشیاں کو شرف خاک
مجھ کو اپنی زیست پر اعتبار آ گیا

کشتی ساحل پہ ڈوبی ہے
موجیں ہوتیں، دریا ہوتا

میں اُن سے بھی نہیں کہتا ہوں جو اضطراب دل
زمانہ پہ کہیں رازِ نہاں ظاہر نہ ہو جائے

فصلِ خزاں جو آئی تو مرجھا کے رہ گئے
پھولوں کو اپنے حسن پہ کتنا غرور تھا

محفل میں اور کوئی نہیں اپنا راز دل
ہمکو سوز اک دیا ہے سو وہ بھی بجھا ہوا

گر رہی ہے اک لطف جفا
حباب میں راہ پر نہیں آتا

آخری ہچکی میں تھا رازِ حیات
مجھکو دنیا نے کیا قائل کہاں

میں نے اُسی کے سامنے عشق کا راز کہہ دیا
مجھ سے یہ بھول ہو گئی عالم اضطرار میں

آخر کار یاس نے عقل کو یہ دیا فریب
زیست پر اپنا بس نہیں موت ہے اختیار میں

خدا، سنا ہے مددگار ہے غریبوں کا
کبھی تو پوچھ ہی لے گا کہ ماجرا کیا ہے

یا مری زندگی کو دے اپنی نگاہ میں اماں
یا مجھے اس طرح مٹا پھر نہ کوئی مٹا سکے

اے زباں، یہ تاب گویائی کی پہلی شرط ہے
ذکرِ حسن دوست صبح و شام ہونا چاہیے

تیری کشتی نے مصیبت میں دیا تجھ کو جواب
ناخدا تیرے خدا کا بھی بھروسا کیا ہے

ہو نہ جائے منکشف دنیا پہ رازِ بیخودی
مست آنکھوں سے مری جانب نہ دیکھا کیجئے

طے کر چکا ہوں منزلیں آغازِ شوق کی
اب انتظار ہے نہ شب انتظار ہے

زندگی ہے بذاتِ خود اک موت
موت کا انتظار کون کرے

چاند بھی کہہ کے تھک گیا، شمع بھی کہہ کے بجھ گئی
حسنِ ازل کی داستاں قصۂ ناتمام ہے

دریا میں ڈبو دے کہ لب ساحل سے لگا دے
کشتی کو بھروسے پہ ترے چھوڑ دیا ہے

بہت اچھا کیا جلنے لگے برق نے برباد کر ڈالا
چمن والوں کی آنکھوں میں کھٹکتا آشیاں کب تک

جب چینیوں نے کیلیفورنیا پر بحری حملہ کیا

امریکنوں کی مہمان نوازی نے انکو حملہ سے پہلے ہی ہرا دیا

حملہ آور واپس جانے کی بجائے وہیں آباد ہو گئے

سنہ ۱۸۷۵ء میں چین کے جنگی جہازوں کا ایک بیڑہ امریکہ کے شہر کیلیفورنیا پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ وجہ یہ تھی کہ شہنشاہ چین کو پیکن میں خبر ملی تھی کہ جو چینی اس غرض سے کیلیفورنیا گئے تھے کہ جدید ریلوے لائنوں پر کام کریں ان کے ساتھ وہاں بڑی بدسلوکی کی گئی۔ اور ان کو سخت بے عزتی اور ذلت کا نشانہ بنایا گیا۔ اس لئے ریاستہائے متحدہ امریکہ کو ایسی سزا دی جانی چاہئے جسے وہ عمر بھر بھول نہ سکے اور اسی خیال سے چینی بیڑہ روانہ ہو گیا۔

سات جنگی جہاز جن میں پیتل کی توپیں تھیں کیلیفورنیا کے مقام لونیرٹے کی طرف چل دیا۔ شہنشاہ چین کو یہ معلوم نہ تھا کہ بحر الکاہل کا سفر کتنا طویل ہے اس لئے جہازوں میں سامان خوراک اور پانی کافی مقدار میں نہیں رکھا گیا۔ ابھی نصف سفر ختم ہوا تھا کہ جہازرانوں کو پانی نہ ملنے سے ایسی زبردست تشنگی کا سامنا ہوا کہ دم لبوں پر آ گیا۔ مگر عین اسی وقت بارش ہو گئی۔ جہازرانوں نے بادبانوں میں پانی لیکر برتنوں میں بھر لیا۔

آخرکار یہ بیڑہ وہاں سے پہنچ گیا۔ ۵۰ توپچی گولہ باری کے لئے توپوں پر کھڑے ہو گئے تاکہ اگر لوگ لڑائی کے لئے آمادہ ہوں تو شہر کے پرخچے اڑا دیئے جائیں لیکن وہاں کے باشندے مقابلہ پر آمادہ ہونے کی بجائے چینی جنگی جہازوں کو دیکھ بیحد خوش ہوئے اور تمام لوگ حملہ آوروں کے خیر مقدم کے لئے ساحل پر جمع ہو گئے اُن کی مہمان نوازی سے چینی بیحد خوش ہوئے۔

وہ کیلیفورنیا میں داخل ہو گئے اور وہاں کی فضا انہیں اس قدر پسند آئی کہ انہوں نے چین واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ زیادہ عمر کے چینیوں کو ذیل پر کام مل گیا اور جوانوں نے مونیشے میں ماہی گیری شروع کر دی۔ انہوں نے شہنشاہ کو مطلع بھی نہیں کیا کہ اُن کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے۔ بلکہ وہ جہازوں کو توڑ کر وہیں آباد ہو گئے۔

ریویوز

ابتدائی سکولوں میں تعلیم کے طریقے

بچوں کی ابتدائی تعلیم کا مسئلہ بے حد اہم ہے اور ہندوستان میں تو یہ اور بھی زیادہ توجہ کا مستحق ہے کیونکہ یہاں عوام کی تعلیم کا معاملہ ہی دراصل ابھی ابتدائی حالت میں ہے۔ مغربی تہذیب و دراندازی نے ہماری ہر چیز پر اثر کیا ہے۔ اور ثانوی تعلیم پر بھی اسکا کافی سے زیادہ اثر ہوا ہے۔ لیکن ابتدائی تعلیم جو دراصل اس کی بنیادیں ہیں ابھی کس مپرسی کی حالت میں ہی ہے۔ پرائمری سکولوں کے استاد جہاں پرانی روش پر ہی چلے آ رہے ہیں۔ وہاں بدقسمتی سے کوئی ایسا لٹریچر بھی اردو زبان میں موجود نہیں جس سے وہ غریب اور معمولی تعلیم یافتہ لوگ استفادہ کر سکیں۔ یہ امر موجب مسرت ہے کہ پروفیسر مدن گوپال ایم۔ اے سنٹرل ٹریننگ کالج نے ابتدائی سکولوں میں تعلیم کے طریقے کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جسمیں پرائمری سکولوں کی تدریس اور تعلیم کے عام اصولوں پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔ اور پرائمری جماعتوں کے سلیبس کے ہر ایک مضمون کی تدریس کے متعلق دلچسپ اور مقبول شدہ طریقہ ہائے تعلیم کی صحیح واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے۔ ضخامت بڑے سائز کے ۱۴۴ صفحے کاغذ۔ کتابت طباعت نہایت اعلےٰ۔ قیمت فی جلد عہ ناشران آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کلکتہ بمبئی۔ مدراس

نفسیات اور اصول تعلیم (حصہ دوم)

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے نفسیات اور اصول تعلیم کے نام سے دو حصوں میں ایک کتاب شائع کی ہے۔ جسے مسٹر ڈبلیو ایم رائبرن ایم۔ اے نے انگریزی زبان میں لکھا ہے اور عبد المجید خاں بی۔ اے منشی فاضل نے اردو زبان کا جامہ پہنایا ہے۔ اس میں طریقہ تعلیم کے بنیادی اصولوں کی تشریح واضح طور پر کی گئی ہے اور اس کے مطالعہ سے مدرسین طلباء کو پڑھاتے وقت اپنا نقطہ نگاہ درست طور پر سمجھا سکتے ہیں۔ اس کتاب کا لب لباب یہ ہے کہ تدریس کے ہر شعبہ پر نئے طریقہ تعلیم کے اس زریں اصول کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے کہ تحصیل علم و کسب ہنر میں طالبعلم ہمیشہ ایک سرگرم عامل رہے اور استاد اس کا فقط ایک رہنما ہو۔ کتابت طباعت۔ کاغذ اعلےٰ۔ ضخامت بڑے سائز کے ۱۷۶ صفحات۔ قیمت فی جلد عہ ناشران آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کلکتہ بمبئی مدراس۔

لنڈن ٹائمز

(بقیہ صفحہ ۸)

اخبار نویسی کی سب سے بڑی خدمت یہ کی کہ ٹائمز کے لئے مختلف اہم مقامات پر نامہ نگاروں کی تنظیم کی۔ اس ضمن سے اس کا پہلا اقدام جنگ کریمیا میں اپنے نصف درجن نامہ نگار بھیجنا تھا۔ جن کی رہنمائی ندھرک اور بیخوف آئرش مسٹر ولیم ہوورڈ رسل کر رہے تھے۔ وہ بڑا بہادر آدمی تھا اور اس نے جنگ کی چھوٹی چھوٹی تفصیلات اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ارسال کیں اور کسی چیز سے نہیں گھبرایا۔ سپاہیوں کی بہادری اور سامان جنگ اور تیاری میں افسران کی جانب سے بے تک انتخابیاں اور نرسنگ اور زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی کے انتظامات میں نقائص یہ سب چیزیں ٹائمز میں باقاعدہ چھپتی رہیں۔ قدرتی طور پر ٹائمز اور اس کے نامہ نگار رسل کے خلاف سارے انگلستان میں بیحد شور و غوغا بلند ہوا۔ کوئی ان کی تعریف کرتا تھا کوئی انہیں برا بھلا کہتا تھا انہیں دنوں فلارنس نائٹ انگیل اور دیگر انگریز عورتیں بھاری تعداد میں وہاں زخمیوں کی تیمارداری کے لئے پہنچیں اور اس طرح یہ واقعہ انگلستان کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

ٹائمز کی طویل زندگی میں اور بھی بیشمار عجیب واقعات ہیں اور بیشمار اہم اور مشہور ہستیاں اس میں گمنام طور پر مضامین اور مراسلات لکھتی رہیں مشہور وزیر اعظم ڈسرائیلی۔ ٹھیکرے۔ لارڈ میکالے وغیرہ اپنی اغراض کے ماتحت اہم مضامین لکھتے رہے لیکن ٹائمز کی مضبوطی اور باقاعدگی کا راز بڑے آدمیوں کے مضامین میں نہیں بلکہ اس کے دفتر کی زبردست تنظیم اور اندرونی خوبیاں ہی اس کی ذمہ دار ہیں اور اس کو اس ترقی پر پہنچائے ہوئے ہیں ان کے دفتر کی بعض ایسی اہم اور ذمہ دار ہستیاں ہیں۔ جنہیں عوام سوائے ان کے نام کے زیادہ نہیں جانتے۔ لیکن انہوں نے ٹائمز بنانے میں بھاری حصے لیتے ہیں اور ایڈیٹر کی رہنمائی میں وہ دن رات سخت محنت کرتے رہتے ہیں۔

جگت کا نیا سینما

سیٹھ جگت نارائن مالک جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز نے ۳ را پریل سے میٹرو گولڈون میئر کے فلم بلاسمز ان دی ڈسٹ سے ریٹز سینما کا افتتاح کیا۔ اس سینما میں اعلےٰ مشینری اور فرنیچر وغیرہ ہے۔ اور امید ہے کہ خواص میں اسے بیحد مقبولیت حاصل ہو گی۔ اس سے پہلے بھی ان کے دو سینما جگت اور ناولٹی دہلی میں کامیابی سے چل رہے ہیں۔

پارس لاہور
۱۸
مہمان
مہمان
عظیم الشان - پرکشش - دلچسپیوں پر
پردہ سیمیں کی حسین فلمسٹار
شمیم
اور
مادھوری - الیشور لعل - کیسری
وغیرہ
جسونت
لاہور
میں آرہا ہے
اڑھائی گھنٹے
کا
قہقہوں کا طوفان
ڈائرکٹر - چیتن بھج اے دوشی
ایک نئی روشنی کی پرشباب دوشیزہ کی گھریلو داستان محبت کا دلکش ڈرامہ
دہلی ماکیز بیورو — دہلی — لاہور — کراچی
وینس پکچرز کی اولین پیشکش
کیسری
ڈائرکٹر
گنجال
موسیقی
ایچ - سی بالی
گانے و مکالمے
پنڈت فانی
بہت جلد آپ کے شہر میں دکھایا جائے گا!
اداکاران
للتا پاور - جگدیش سیٹھی - ارمیلا - پی جے راج - نالنی دیوی
دیو اسکر - وغیرہ
زیر تکمیل
"ناری"
وینس پکچرز وادیا موی ٹون سٹوڈیو پریل ممبئی

فلمی سرگرمیاں

زمیندار کا تیسرا سیٹ

مسٹر گدوانی ان دنوں "زمیندار" کے تیسرے سٹ پر شانتا آپٹے۔ غلام محمد ایم اسمٰعیل۔ منورما۔ انوری۔ نارنگ اور دوسرے اداکاروں کا کام فلمانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ شانتا آپٹے کے تین گانے بھی ریکارڈ ہو چکے ہیں جن کو سنکر معلوم ہوا کہ ماسٹر غلام حیدر کا تیار کردہ نئی طرزوں کی ادئیگی بھی مس موصوف نے پوری محنت سے ... کیا ہے۔ "زمیندار" کی کہانی اور مکالمے بھی ہندوستان کے مایہ ناز ادیب سید امتیاز علی صاحب تاج کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے۔ زمیندار کی موجودہ تیز رفتاری کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ فلم مئی کے آخیر تک تیار ہو کر مارکیٹ میں آ جائیگی

ایک اور ڈسٹری بیوشن آفس

میسرز نشاط تھیٹرز لمیٹڈ لاہور کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ نشاط سینما انکے زیر انتظام نہایت کامیابی سے چل رہا ہے گذشتہ دنوں اس کے مینجنگ ایجنٹ مسٹر فیاض حسن اور جنرل مینیجر مسٹر گمبھیر سنگھ بمبئی گئے ہوئے تھے واپسی پر انہوں نے اعلان کیا ہے کہ چترا پروڈکشنز کی آنے والی تین فلموں کے حقوق تقسیم انہوں نے صوبہ سرحد پنجاب سندھ۔ بلوچستان اور یوپی کے لئے

پلے، ۲۸ ہزار روپیہ فی فلم منیم کا رٹی دیکر حاصل کرلئے ہیں۔ اس سلسلہ کی پہلی فلم Between You & me ہوگی جسمیں لیلا چٹنس اور بہارٹی ... کام کرتے ہیں اور جو نصف سے زیادہ تیار ہو چکی ہے۔ لاہور اور دہلی میں ان کی ... جارہے ہیں ہم اس کمپنی کو اس تازہ سرگرمی پر انہیں مبارکباد دیتے ہیں۔

پردہ نشین گنگا ٹاکیز

لاہور میں گنگا ٹاکیز کے نام سے ایک سینما جاری ہوا ہے جو عنقریب سابقہ ڈائمنڈ ٹاکیز بھاٹی گیٹ لاہور میں چلے گا۔ اسکی بلڈنگ کی نہ صرف از سر نو مرمت کی گئی ہے بلکہ اس کی شکل و صورت بھی بدل دی گئی ہے اور اب یہ پہلے سے کہیں زیادہ شاندار اور جاذب نظر ہو گئی ہے۔ مشینری اور فرنیچر بالکل نیا مہیا کیا گیا ہے۔ اس کا افتتاح بہت

جلد پردہ نشین سے ہوگا جسمیں جنیز لیلا کی شہرت یافتہ دلاری (کنیز) کلاوتی (حسینہ) شیدا وغیرہ اہم کام کرتے ہیں۔

اجالا تیسرے ہفتہ میں

نسیم اور پرتھوی راج کی فلم اجالا جسونت لاہور میں تیسرے شاندار ہفتہ میں داخل ہوا ہے اس کو اعلیٰ سوسائٹی نے بے حد پسند کیا ہے۔ اس کے رقص خاص طور پر مقبول ہو رہے ہیں۔ جس کے باعث ابھی تک کافی رش ہو رہا ہے۔ مرزا مشرف کی مزاحیہ اداکاری قابل تعریف ہے۔

خورشید کو سنہری تمغہ

بلبل ہندمس خورشید بانو کو ہز ماسٹرس وائس والوں کی جانب سے آسمانِ ہندوستان کی بہترین گانے والی اور ملکہ ترنم قرار دینے ... ایک سونے کا تمغہ دیا گیا۔

ان دنوں خورشید اپنی فلم کمپنی ماڈرن پکچرز کی پہلی فلم پٹولہ میں کام کر رہی ہے جس

مسٹر لالہ یعقوب ڈائرکٹ کر رہے ہیں۔ اس میں خورشید کے علاوہ اردن۔ منور۔ غوری ارشد لبلورا وغیرہ کام کر رہے ہیں۔ گانے مسٹر تنویر نقوی نے لکھے ہیں اور سینریو مسٹر منور۔ ایچ قاسم کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔

میرا گھر آرہا ہے

ڈائرکٹر دیو کی بوس کا تازہ فلم میرا گھر بہت جلد لاہور میں نمائش کیلئے پیش کیا جائیگا اس میں شانتا آپٹے اور جیند رموہن نے مدت کے بعد ایک ساتھ کام کیا ہے۔ فلم بلند تخیلات اور معنوں کی حامل ہے۔

پیاس چوتھے ہفتہ میں

مرلی پروڈکشنز کا پہلا فلم پیاس ان دنوں نشاط لاہور میں قابل قدر مقبولیت حاصل کر رہا ہے سینہ پربھا کی اداکاری اور نغمے اس کی جان ہیں ایشور لعل۔ نذیر اور تسنیم کا کام بھی قابل تعریف ہے کہانی اپنے اندر بے شمار دلچسپیاں لئے ہوئے ہے اور ڈائرکشن بے حد بلند ہے۔

خاندان چھٹے ہفتہ میں

خاندان پیلس لاہور میں چھٹے شاندار ہفتہ میں داخل ہوا ہے۔ نور جہاں کے گانے اس وقت لاہور کے بچے بچے کی زبان پر

ہیں، وہ مر شش ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ غلام محمد اور بہا ہیم کی اداکاری کی سب لوگ تعریف کر رہے ہیں۔ اجمل کی مزاحیہ اداکاری ضرب المثل بنتی جا رہی ہے۔ امید ہے ابھی کئی ہفتے تک یہ فلم تماشائیوں کی توجہ کا خاص مرکز بنی رہے گی۔

ماروی سکینہ اینڈ کمپنی کے پاس

ایک اطلاع ہے کہ نیشنل آرٹسٹس بمبئی کے پہلے فلم ماروی عرف میری دنیا کے حقوق تقسیم میسرز سکینہ اینڈ کمپنی دہلی نے حاصل کر لئے ہیں۔ اسے مسٹر مظہر خان نے ڈائرکٹ کیا ہے اور وہ اس میں خود ایک اہم رول بھی ادا کر رہا ہے دیگر اداکاروں میں سے کوشلیا۔ عاشق حسین۔ ہری شیو داسانی کا نام قابل ذکر ہے۔

سیٹھ دل سکھ پنچولی کا عزم بمبئی

معلوم ہوا کہ مسٹر بابو راؤ پائی مینیجنگ ڈائرکٹر فیمس پکچرز لمیٹڈ بمبئی نے جو پنچولی آرٹ پکچرز کے ڈسٹری بیوٹر ہیں سیٹھ دل سکھ پنچولی کو بمبئی میں مدعو کیا ہے تاکہ وہ خاندان کے افتتاح میں شامل ہو سکیں۔ سید شوکت حسین رضوی ڈائرکٹر اور ماسٹر غلام حیدر میوزک ڈائرکٹر بھی ان کے ہمراہ ہوں گے۔ خزانچی کی عظیم الشان کامیابی کے بعد اب بمبئی والے خاندان کا بیتابی سے انتظار کر رہے ہیں۔

منگتی آٹھویں ہفتہ میں

شوری پکچرز کے پہلے پنجابی فلم کو توقع سے کہیں بڑھ کر کامیابی ہوئی ہے چنانچہ یہ آجکل پربھات لاہور میں آٹھویں ہفتہ میں داخل ہوئی ہے۔ لائلپور میں اس کی نمائش چوتھے ہفتہ میں شروع ہے اور لاہور سے بھی زیادہ رش لے رہی ہے۔

ارمان کا ٹریلر

رنجیت کی تازہ ترین سوشل فلم ارمان کا ٹریلر تیار ہو گیا ہے۔ اور اگلے ہفتہ میسرز جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹر کے دفتر میں پہنچ جائے گا۔ اسے کیدار شرما نے ڈائرکٹ کیا ہے۔

مہمان پانچویں ہفتہ میں

رنجیت کا فلم مہمان ان دنوں منروا دہلی میں پانچویں ہفتہ میں جا رہا ہے دیگر مقامات پر بھی اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

سوگندھ ۱۷ اپریل کو

نیو تھیٹرز کا تازہ ترین ہندوستانی فلم سوگندھ ۱۷ اپریل کو یقینی طور پر شمالی

ہند کے اہم سٹیشنوں پر نمائش کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ فلم سال رواں کا بہترین شاہکار ثابت ہوگا۔ نشاط لاہور میں یہ آئندہ پروگرام ہے

کاشی ناتھ

نیو تھیٹرز کی اگلی ہندوستانی فلم کا نام کاشی ناتھ رکھا گیا ہے۔ ڈائرکٹر نتن بوس ان دنوں اس کی ابتدائی تیاریوں میں بے حد مصروف ہیں۔ فلم کی کاسٹ کا جلد ہی اعلان کیا جائے گا۔

کھلونا کی مقبولیت

مہیکر کا کھلونا جگت دہلی میں تیسرے شاندار ہفتہ میں چل رہا ہے۔ اسمیں سینہ پربھا

نے قابل تعریف کام کیا ہے۔ اس کے گانے رومان۔ مناظر وغیرہ بے حد دلکش ہیں۔

ایک رات کے حقوق تقسیم

اطلاع ہے کہ میسرز وادیا پیرا ماؤنٹ پکچرز نے شالیمار پکچرز کی اولین پیشکش شالیمار کے حقوق تقسیم شمالی ہند کیلئے حاصل کر لئے ہیں۔ اسمیں پرتھوی راج۔ نینا۔ کے این سنگھ وغیرہ کام کرتے ہیں فلم مکمل ہے اور اس کے جلد ہی نمائش کے انتظامات کئے جائیں گے۔

بگ منی کی شوٹنگ

تقریباً ایک ہفتہ سے سلور فلمس نے اپنے پہلے فلم Big money کی باقاعدہ شوٹنگ شروع کر دی ہے۔ پہلے دن

مسٹر کمار کیمرہ کے سامنے آئے۔ مسٹر خلیل نے دو دن کی قلیل مدت میں جوہو پر جو کہ بمبئی کا مشہور پر فضا مقام ہے اپنی تصویر کے بیرونی مناظر نہایت ہی کامیابی کے ساتھ شوٹ کئے۔

مسٹر کمار کی فطری اداکاری نے اس سین کو نہایت ہی دلچسپ و دلکش بنا دیا۔ مسٹر چندر موہن۔ مسٹر کمار۔ پرمیلا اور گوپ کے علاوہ ہندوستانی پردہ سیمیں کی مشہور رقاصہ آزوری بھی Big money کی کاسٹ میں شامل ہو گئی ہیں مسٹر مدھوک اس تصویر کے دلکش گانوں کے ذمہ دار ہیں۔

نکھٹو ایک بالکل نیا موضوع پیش کرتا ہے

فلمی افسانوں میں ایک خوشگوار انقلاب

آج تک آپ جہاں مرد - بزرگوں استادوں - جنگ میں لڑنے والے بہادروں بادشاہوں - قول کے وضعی اشخاص یا دیگر قسم کے آئیڈیل نوجوانوں کے متعلق ہی فلمیں دیکھتے آتے ہیں - کیر کٹر تو فلموں میں اور بھی بے شمار ہوتے ہیں لیکن اہم ترین رول ایسے ہی نوجوانوں یا بزرگوں کا ہوتا ہے - جن کو ہم تم پسند کرتے ہیں جن کی ہم عزت کرتے ہیں اور جن کی کامیابی اور فتح کے تماشائی خواہاں ہوتے ہیں لیکن پنجاب کی نئی فلم کمپنی تاج محل پکچرز نے ان تمام پرانی روایتوں کو بدل کر فلمی افسانوں میں ایک خوشگوار اور ہنگامہ خیز انقلاب پیدا کرنے کا تہیہ کر لیا ہے - ان کی پہلی فلم نکھٹو کی کہانی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے - ایک ایسے شخص کے گرد مرکوز ہے جسے تماشائی ہیرو کی بجائے ولن کہنا پسند کریں گے لیکن در اصل وہی کہانی کا ہیرو ہے - اور وہ زندگی کا واقعی دوسرا رخ پیش کرتا ہے - نکھٹو کی داستان حیات جہاں اپنے ساتھ قہقہوں کے طوفان لئے ہوئے ہے - وہاں اس میں رومان - جذبات - آنسو اور ڈرامائی کیفیت بھی موجود ہے - جو آپ کو اپنی گہرائیوں میں گم کر سکنے کی طاقت رکھتی ہے - یہ کہانی مسٹر دھو جیسے مشہور افسانہ نگار کے زور قلم کا نتیجہ ہے -

نکھٹو کے گانے اور مکالمے پنجابی زبان کے مشہور شاعر و ڈرامسٹ حضرت عزت لکھ رہے ہیں جو ادبی دنیا کے علاوہ فلمی دنیا میں بھی کسی تعارف کے محتاج نہیں - ہیر سیال سسی پنوں - چودھری جیسی فلموں کے گانے اور مکالمے لکھ کر وہ ایک زمانہ کو اپنا گرویدہ کر چکے ہیں - ان کی زبان میں رس ہے اور قلم میں جادو - وہ نہایت سلیس اور عام فہم زبان لکھتے ہیں اور ان کے مکالمے متوازن ہیں کہ اعلیٰ مذاق کے آئینہ دار ہوتے ہیں کہانی کے بعد ڈائرکشن اور پروڈکشن کی باری آتی ہے اور یہ امر موجب مسرت ہے کہ کمپنی ہذا کے جنرل منیجر مسٹر آر - ایل جنیڈی جہاں ایک تجربہ کار اور جہاندیدہ اعلیٰ منتظم ہیں - اور کاروباری باریکیوں کو خوب سمجھتے ہیں وہاں وہ پروڈکشن میں بھی بھاری دلچسپی لے رہے ہیں - پروڈکشن منیجر کے فرائض مسٹر نثار ادا کر رہے ہیں - جو اپنی لائن کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں - وہ ہر ایک تفصیل ...... میں نہ صرف پوری پوری دلچسپی لیتے ہیں - بلکہ وہ متعلقہ سامان مہیا کرنے اور ضروری انتظامات کرنے میں بے حد ہوشیار ہیں - آج کے کام کو کل پر ٹالنا ان کی سرشت میں داخل نہیں اور آج نکھٹو اس تھوڑے سے عرصہ میں ہی نصف کے قریب فلم مکمل ہو گئی ہے تو اس میں ان کو بھاری دخل ہے - نکھٹو کی ڈائرکشن کا کام ڈائرکٹر ایم اے شاہ کے سپرد ہے - جو اس کام کے لئے ہر لحاظ سے موزوں ہیں میکینکل واقفیت کے علاوہ ان کی ذہنی اور تخیلی قابلیت بھی قابل تحسین ہے اور وہ فلم کے ہر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے میں جدت پیدا کر رہے ہیں اس وقت تک جس قدر فلم تیار ہو چکی ہے اس کے رش پرنٹ دیکھنے والوں کا خیال ہے کہ ایم اے شاہ نے ہر منظر میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے ہیں نکھٹو کی فوٹو گرافی اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کے لئے جہاں بہترین انتظامات کئے گئے ہیں وہاں یہ دونوں کام اپنی اپنی لائن کا وسیع تجربہ رکھنے والے ماہرین کے سپرد کئے گئے ہیں - ساؤنڈ ریکارڈنگ کا کام مسٹر ... کے تجربہ کار ہاتھوں میں ہے جو ایک مدت تک بمبئی ٹاکیز کے ساؤنڈ ڈیپارٹمنٹ کے چیف کی حیثیت سے اپنی قابلیت کا ثبوت دے چکے ہیں - اب آپ پورے سات سال کے بعد پھر اس لائن میں آئے ہیں - فوٹو گرافی بھی نہایت ہی قابل اور تجربہ کار ہاتھوں میں ہے -

میوزک ڈائرکٹر ماسٹر گوبند رام کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ نکھٹو کی موسیقی کے انچارج ہیں اور وہ وہ طرزیں پیش کر رہے ہیں جو آپ ہر وقت گنگناتے رہیں گے -

یاد رہے اس میں راج رانی ایک نئے چہرے کے علاوہ بیبی شلطانہ - مس رشیدہ - گل زمان - بھاگ سنگھ - پی این بالی - مدھوک - ایم جہارلی - عبد الرحمن کاشمیری - حسو - ظہور شاہ - فضل شاہ - غلام قادر وغیرہ کام کر رہے ہیں -

تاریخ

مشہور ہے
سے دیران ہو چکے ہیں اور چند اجڑے ہوئے ہیں ان محلوں میں سے ذیل میں چند کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

مغربی شمالی - چارچوک مشرق جنوبی کٹڑہ ابریشم - کٹڑہ پالکی - کٹڑہ پھلیل - کٹڑہ سمرچیا کٹڑہ جوگی داس - حویلی رومی خان - پرانی منڈی حویلی آغا خان - دکھنائی پھاٹک - دال منڈی غلہ منڈی - گھیائی - گھاس منڈی - کڑھیائی گلی چندسہیہ گرا صیا - خواص پورہ - بلوچ پورہ نندا بازار - محلہ دیوانجی - سرائے تختہ - سرائے خام - باغیچی - نئی بستی - پھاٹک مشرق جہرو پھاٹک تلنرزرستا ہ - محلہ شیخ طاق - لزادہ - بستی - پاک ٹولہ - سپاہی دروازہ وغیرہ اس کے علاوہ بھی رہنماؤں کے محلوں کے نام بتلاسکتے تھے لیکن طوالت کے خیال سے صرف ...کے نام درج کئے گئے ہیں۔

خواص پورہ

خواص پورہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ تاج محل کی احاطہ کی دیوار کے متصل دو خواص پورہ ہیں جو سیدھے اور بائیں دروازہ کلاں کے ہیں۔ ان کا عرض ۴۹ گز اور طول ۲۰۲ گز ہے۔ ان دونوں خواص پوروں میں ۳۲-۳۲ حجرے ہیں اور ہر حجرے کے سامنے ایک مضبوط ایوان بنا ہوا تھا۔ ان خواص پوروں کو خادموں کی سکونت کی غرض سے تعمیر کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں کئی ایک اس میں رہا کرتے تھے اور اب اتنی تعداد کم ہوتے ہوئے اب بھی پندرہ بیس خادمان تاج محل موجود ہیں جو نسلاً بعد نسل مقبرہ کی نگہبانی اور صفائی کا کام کرتے ہیں۔ یہ جائداد ان خادمان کی موروثی قرار دی گئی ہے۔